الله نزل أحسن الحديث
القرآن الحدیث
شمارہ نمبر 17
اکتوبر 2005ء شعبان/رمضان ۱۴۲۶ھ
ماھنامہ
الحدیث
حضرو
نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه
مدیر
حافظ زبیر علی زئی
ماہِ رمضان (فضائل واحکام)
تکبیراتِ عیدین میں رفع یدین
نماز جنازہ پڑھنے کا صحیح و مدلل طریقہ
سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت
سورۂ یٰسین کی تلاوت اور فضائل
مکتبۃ الحدیث
مکتبۃ الحدیث
حضرو' اٹک : پاکستان

حافظ ندیم ظہیر

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں!

معاشرے کے اندر پھیلتے ہوئے ''روشن خیالی واعتدال پسندی'' کے جرثومے اس قدر تیزی سے بھولے بھالے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں کہ میرا قلم ان کے تعاقب سے قاصر ہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کو اپنی سوچ، فکر اور نظریے کے مطابق بنانا ان کا مقصد عظیم ہے۔ حتیٰ کہ شریعت اسلامیہ بھی ان نظریاتی کاوشوں سے محفوظ نہیں رہی۔

روشن خیالی کا راگ الاپنے والے دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی اپنے خود ساختہ نظریے کے قالب میں ڈھالنا اپنی تگ ودو کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہیں بہت سے سکالر اور دانش ور مستعار مل جاتے ہیں۔ کیونکہ ایسے مفکرین کا مطمح نظر شہیدوں میں نام لکھانا ہوتا ہے۔ یہ حضرات شہرت کے بھوکے اور مال ومتاع کے حریص ہوتے ہیں۔

''چلو ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' کے مصداق یہ لوگ زمانے کی زبان بولتے ہیں اور اپنے اکابرین کے کرتوتوں کو ''الدین یسر'' کے تحت ''اعمال صالحہ'' بنا کر پیش کرنے کی سعی نامراد کرتے ہیں۔ موسیقی، آلات طرب، اختلاط مرد وزن اور مصوری جیسے غیر شرعی امور کی حلت پر فتوے ان کی تحریر وتقریر کا خاصہ ہیں۔

قارئین کرام! دین اسلام کو اس طرح سمجھنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا بہت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِاهْتَدَوْا ۚ﴾ پھر اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم (صحابہ) ایمان لائے ہو تو انہوں نے ہدایت پالی۔ (البقرہ:۱۳۷)

اپنی عقل، فہم اور لغات کا سہارا لے کر دین کو اپنی مرضی سے سمجھنا گمراہی ہے۔ بعض من چلے تھری پیس میں ملبوس، کلین شیو (Clean shave) مخلوط مجالس ومحافل (Functions) میں بے حیائی وفحاشی کی عکاسی کرتے ہوئے ایسے بھی نظر آتے ہیں جو اپنی اس چوری پر سینہ زوری سے کام لیتے ہوئے ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۚ﴾ دین میں کوئی تنگی نہیں ہے (البقرہ:۲۵۶) یا پھر ''الدین یسر'' دین آسان ہے (بخاری:۳۹) سے باطل استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن وحدیث متقاضی ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا وآخرت کو بہتر بنایا جائے نہ کہ ان میں تحریفات اور غلط تاویلات کر کے اپنے غیر شرعی امور کو سنوارا جائے۔ ع

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں!
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

(۲۴)وعن معاذ ، قال: كنت ردف رسول الله ﷺ على حمار، ليس بيني وبينه إلا مؤخرة الرحل ، فقال:((يا معاذ !هل تدري ما حق الله على عباده ؟ وما حق العباد على الله؟)) قلت: الله و رسوله أعلم ـ قال:((فإن حق الله على العباد أن يعبدوه ولا يشركوا به شيئاً ، وحق العباد على الله أن لا يعذب من لا يشرك به شيئاً)) فقلت: يا رسول الله !أفلا أبشر به الناس ؟ قال:((لا تبشرهم فيتكلوا)) متفق عليه ـ

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ: میں، رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (عفیر نامی) گدھے (کے کجاوے) پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان صرف کجاوے کی لکڑی ہی تھی۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے معاذ! کیا تجھے پتہ ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پس بے شک، اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہ کریں۔ اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ اللہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو کسی چیز میں (بھی) شرک نہیں کرتا۔ تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: انہیں بشارت نہ دو ورنہ وہ اسی پر توکل کر لیں گے۔ (البخاری: ۲۸۵۶ و مسلم: ۴۹، ۴۸/۳۰ و دارالسلام: ۱۴۴،۱۴۳)

فقہ الحدیث:

۱: صرف اللہ ہی کی عبادت اور ہر قسم کے شرک سے مکمل اجتناب انتہائی اہم مسئلہ اور بنیادی عقیدہ ہے۔ اس عظیم الشان عقیدے پر اہلِ توحید ساری زندگی ثابت قدم رہتے ہیں اور ہر وقت کٹ مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

۲: اللہ تعالیٰ کا اہلِ توحید سے یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔ اگر بعض موحدین کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا تو بعد میں ایک دن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں جہنم سے نکال کر ابدی جنت میں داخل فرمائے گا۔

۳: ہر انسان کو چاہئے کہ اپنے سے افضل انسان کا کما حقہ احترام کرے۔ تمام معاملات میں اپنے آپ کو اس سے برتر کرنے کے بجائے، اسے اپنے آپ پر ترجیح دے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سواری پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر، چاہے وہ عوام میں سے ہو یا طلباء میں سے، یہ لازم ہے کہ علماءِ حق کا احترام و ادب کرے۔

۴:　اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ نیک اعمال کرنا چھوڑ دیں۔اسی وجہ سے اسے عوام الناس کے سامنے بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔معلوم ہوا کہ لوگوں کی غلط فہمی، فتنے اور دیگر مضر اثرات کے خوف کی وجہ سے بعض نصوص صحیحہ کا عام لوگوں کے سامنے بیان نہ کرنا ہی بہتر ہے اور اگر بیان کیا جائے تو ان کی صحیح تشریح اور مفہوم بھی سمجھا دینا چاہئے۔

۵:　اللہ کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق اس کی عبادت کی جائے۔اللہ اور رسول (ﷺ) کے تمام احکامات پر عمل کیا جائے۔اگر اعمال صالحہ کو ترک کر کے اور کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی عبادت کی جائے تو اللہ کے ہاں اس کا کوئی وزن نہیں ہے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

٦:　سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی ممانعت کے باوجود یہ حدیث کیوں بیان کی تھی؟ اس کا ذکر آنے والی حدیث (۲۵) کے تحت آ رہا ہے۔والحمدللہ

(۲۵) وعن أنس عن النبي ﷺ ، ومعاذ رديفه على الرحل ، قال: ((يامعاذ!)) قال: لبيك يا رسول الله وسعديك ـ قال: ((يامعاذ !)) قال: لبيك يا رسول الله وسعديك –ثلا ثًا– قال: قال: ((مامن أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ، صدقاً من قلبه إلا حرمه الله على النار)) ـ قال: يا رسول الله ! أفلا أخبر به الناس فيستبشروا؟ قال: ((إذاً يتكلوا)) ـ فأخبر بها معاذ عند موته تأثماً ـ متفق عليه

(سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک سواری پر نبی ﷺ کے پیچھے معاذ (رضی اللہ عنہ) بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں اور آپ کی خوشی میرے لئے سعادت ہی سعادت ہے۔آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں اور آپ کی خوشی میرے لئے سعادت ہی سعادت ہے۔آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں اور آپ کی خوشی میرے لئے سعادت ہی سعادت ہے۔آپ (ﷺ) نے فرمایا: جو کوئی بھی سچے دل سے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے تو اللہ اس پر (جہنم کی) آگ کو حرام کر دیتا ہے۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا: تو وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے۔

یہ حدیث (سیدنا) معاذ (رضی اللہ عنہ) نے وفات کے وقت گناہ کے خوف سے بیان کی تھی۔

(البخاری: ۱۲۸ و مسلم: ۳۲/۵۳ و دارالسلام: ۱۴۸)

فقہ الحدیث:

۱:　سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت گناہ کے خوف سے یہ حدیث بیان فرما دی تھی۔حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**من كتم علماً تلجم بلجام من نار يوم القيامة**'' جو شخص علم چھپائے گا اسے قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی۔(صحیح ابن حبان، الاحسان: ۹۵، الموارد: ۹۵)

علماء کرام نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث چند خاص لوگوں کے سامنے بیان کی تھی۔ اور حدیث میں ممانعت عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی ہے یا یہ کہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ واللہ اعلم

۲: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا زبانی اقرار کافی نہیں ہے بلکہ دلی یقین کے ساتھ اس کا اقرار اور اس پر عمل ضروری ہے۔

۳: احادیثِ نبویہ کا بیان کرنا دین و ایمان میں سے ہے۔

(۲۶) وعن أبي ذر قال: أتيت النبي ﷺ وعليه ثوب أبيض وهو نائم ثم أتيته وقد استيقظ فقال: مامن عبدٍ قال لا إله إلا الله، ثم مات على ذلك إلا دخل الجنة، قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: وإن زنىٰ وإن سرق، قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: وإن زنىٰ وإن سرق، قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: وإن زنىٰ وإن سرق على رغم أنف أبي ذر، وكان أبو ذر إذا حدث بهذا قال: وإن رغم أنف أبي ذر، متفق عليه.

(سیدنا) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ سفید کپڑے میں سوئے ہوئے تھے۔ پھر میں (دوبارہ) آیا تو آپ جاگ گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: جو بندہ بھی لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور پھر اسی پر وہ فوت ہو جاتا ہے تو وہ (ضرور) جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے پوچھا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ میں نے کہا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ میں نے کہا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ چاہے ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ (سیدنا) ابوذر (رضی اللہ عنہ) جب یہ حدیث بیان کرتے تو فرماتے تھے: اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔

(البخاری: ۵۸۲۷ و مسلم: ۹۴/۱۵۴ و ترقیم دارالسلام: ۲۷۲، ۲۷۳)

فقه الحديث:

۱: معلوم ہوا کہ گناہ گار مومن آخر کار رب کریم کی مغفرت سے ضرور جنت میں جائے گا۔ جنت میں جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ گناہ کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو گناہ معاف فرما دے اور اگر چاہے تو سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کر دے لہٰذا گناہ گار ابدی جہنمی نہیں ہے۔

۲: یہ حدیث خوارج و معتزلہ کا رد ہے کیونکہ وہ زنا اور چوری کرنے والے کو ابدی جہنمی سمجھتے ہیں۔

۳: ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب زانی زنا کرتا ہے تو وہ (اس وقت) مومن نہیں ہوتا، اور جب چوری کرتا ہے تو (اس وقت) وہ مومن نہیں ہوتا الخ (البخاری: ۵۷۸۲ و مسلم: ۵۷/۱۰۰ و أضواء المصابیح: ۵۳)

لہٰذا ہر مومن پر لازم ہے کہ تمام کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے ہمیشہ اجتناب کرے اور بچتا رہے۔

امام اہل سنت، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

''حدثنا يعقوب :حدثنا ابن أخي ابن شهاب عن عمه :حدثني سالم بن عبد الله أن عبدالله قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قام إلى الصلوة يرفع يديه ، حتى إذا كا نتا حذو منكبيه كبّر، ثم إذا أرادأن يركع رفعهما حتى يكونا حذو منكبيه ، كبر وهما كذلك ، ركع ، ثم إذا أراد أن يرفع صلبه رفعهما حتى يكوناحذو منكبيه ،ثم قال :سمع الله لمن حمده ،ثم يسجد ، ولا يرفع يديه في السجود ،ويرفعهمافي كل ركعة وتكبيرة كبّرهاقبل الركوع،حتى تنقضي صلا ته ''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے حتی کہ آپ کے ہاتھ آپ کے کندھوں کے برابر ہوجاتے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تکبیر کہتے، پھر جب آپ رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے حتی کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہوتے۔ آپ تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اسی طرح ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کرتے، پھر جب آپ اپنی پیٹھ اُٹھانے کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے حتی کہ آپ کے ہاتھ کندھوں کے برابر ہوتے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پھر آپ سجدہ کرتے اور سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے۔ آپ ہر رکعت میں اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے، یہاں تک کہ آپ کی نماز پوری ہوجاتی۔ (مسند احمد ج ۲ص ۱۳۳، ۱۳۴ ح ۶۱۷۵ والموسوعۃ الحدیثیہ ج ۱۰ص ۳۱۵)

یہ سند حسن لذاتہ، صحیح لغیرہ ہے۔ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: **''هذا سند صحيح على شرط الشيخين''** اور یہ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے (ارواء الغلیل ج ۳ص ۱۱۳ ح ۶۴۰)

اسے امام عبداللہ بن علی بن الجارود النیسا بوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۷ھ) نے اپنی کتاب ''المنتقی'' میں یعقوب بن ابراہیم بن سعد کی سند سے روایت کیا ہے (ح ۱۷۸)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

''كتاب المنتقى فى السنن مجلد واحد فى الأحكام ،لا ينزل فيه عن رتبة الحسن أبداً إلا فى لنادرفى أحاديث يختلف فيها اجتهاد النقاد'' کتاب المنتقی فی السنن، احکام میں ایک مجلد ہے، اس کی حدیثیں حسن کے درجے سے کبھی نہیں گرتیں، سوائے نادر احادیث کے جن میں ناقدین کی کوشش میں اختلاف ہوتا ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ص ۲۳۹)

اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وأورد هذا الحديث ابن الجارود في المنتقى فهو صحيح عنده فإنه لا يأتي إلا بالصحيح كما صرح به السيوطي في ديباجة جمع الجوامع ''(ترجمہ از ناقل: ابن الجارود نے یہ حدیث منتقی میں درج کی ہے۔ پس یہ ان کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ وہ صرف صحیح روایتیں ہی لاتے ہیں جیسا کہ سیوطی نے جمع الجوامع کے دیباچہ میں لکھا ہے) دیکھئے بوادر النوادر (ص ۱۳۵)

یعقوب بن ابراہیم کی سند سے یہی روایت امام دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے بیان کی ہے (سنن الدارقطنی ۱/۲۸۹ ح ۱۱۰۴)

اب اس حدیث کے راویوں کی توثیق پیش خدمت ہے۔

۱: یعقوب بن ابراہیم بن سعد = ثقۃ فاضل رمن رجال الستۃ (تقریب التہذیب: ۷۸۱۱)

۲: محمد بن عبداللہ بن مسلم، ابن اخی الزہری = صدوق حسن الحدیث، وثقہ الجمہور رمن رجال الستۃ۔

ابن اخی الزہری کے بارے میں جرح وتعدیل کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے۔

جارحین اور ان کی جرح: ابن اخی الزہری پر درج ذیل محدثین کی جرح منقول ہے۔

(۱)	یحیی بن معین	[ضعیف]
(۲)	ابوحاتم الرازی	[ليس بقوي يكتب حديثه]
(۳)	العقیلی	[ذكره في الضعفاء]
(۴)	ابن حبان	[رديء الحفظ، كثير الوهم، يخطئ عن عمه في الروايات إلخ]
(۵)	الدارقطنی	[ضعيف]
(۶)	النسائی	[ليس بذلك القوي، عنده غير ما حديث منكر عن الزهري] (؟)

ملخصاً من تہذیب التہذیب (دار الفکر ۹/۲۴۸، ۲۴۹) وغیرہ۔

ابن اخی الزہری کی توثیق درج ذیل محدثین سے منقول ہے۔

(۱)	ابن عدی	[ولم أربحديثه بأساً إذا روى عنه ثقة]	(الکامل ۷/۳۶۳)
(۲)	البخاری	[احتج به في صحيحه]	
(۳)	مسلم	[احتج به في صحيحه، صحيح مسلم: ۱۴۴۹ وترقيم دار السلام ۳۵۸۹]	
(۴)	الساجی	[صدوق، تفرد عن عمه بأحاديث لم يتابع عليها]	(تہذیب: ۹/۲۴۹)
(۵)	الذہبی	[صدوق صالح الحديث وقد انفرد عن عمه بثلاثة أحاديث]	(میزان: ۷۷۴۳)
(۶)	ابن حجر	[صدوق له أوهام]	(تقریب: ۶۰۴۹)
(۷)	الترمذی	[صحح له]	(الترمذی: ۱۱۸۸)

(۸)	البوصیری	[صحح له]	(زوائد ابن ماجہ:۱۳۹۷)
(۹)	ابن الجارود	[روی له فی المنتقی]	(المنتقی:۱۷۸)
(۱۰)	ابو نعیم الاصبہانی	[روی له فی صحیحه/المستخرج]	(المستخرج:۳/۱۲۰ح۲۳۵۶)
(۱۱)	ابو عوانہ	[روی له فی صحیحه]	(المستخرج:۲/۳۳۱)
(۱۲)	الضیاء المقدسی	[روی له فی المختارة]	(المختارة:۶/۲۴۲ح۲۲۵۸)
(۱۳)	البغوی	[صحح له]	(شرح السنۃ:۱۱/۸۸ح۲۷۱۵)
(-)	ابوداود	[ثقة]	(اس کا راوی ابوعبید الآجری مجہول ہے)
(-)	احمد بن حنبل	[يثني عليه]	(اس کا راوی ابوعبید الآجری مجہول ہے)
(-)	یحییٰ بن معین	[يثني عليه]	(اس کا راوی ابوعبید الآجری مجہول ہے)

ملخصاً من تہذیب التہذیب (۹/۲۷۹، ۲۸۰) وغیرہ،

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک ابن اخی الزہری ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہے۔ یاد رہے کہ ثقہ وصدوق راوی کی جن روایات میں وہم وخطاء بذریعہ محدثین ثابت ہو جائے تو وہ روایتیں مستثنیٰ ہو کر ضعیف ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ابن اخی الزہری کی ''فانتھی الناس عن القرأۃ معہ'' والی روایت کی سند میں غلطی اور وہم ہے، دیکھئے مسند احمد (۵/۳۴۵ ح ۲۲۹۲۲ الموسوعۃ الحدیثیہ مع التخریج) وکتاب القرأت للبیہقی (۳۲۵، ۳۲۶)

فائدہ: ابن اخی الزہری کی عن الزہری عن سالم عن ابیہ والی سند صحیح بخاری (۵۵۷۴) وصحیح مسلم (۱۴۷۱/۴) میں موجود ہے۔

تنبیہ (۱): ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین والی روایت مذکورہ میں ابن اخی الزہری کی متابعت محمد بن الولید الزبیدی نے کر رکھی ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۳: محمد بن مسلم الزہری= متفق على جلالته واتقانه/من رجال الستة (التقریب:۶۲۹۶)

امام زہری نے سماع کی تصریح کر دی ہے لہذا اس روایت میں تدلیس کا الزام مردود ہے۔

۴: سالم بن عبداللہ بن عمر= أحد الفقهاء السبعة وكان ثبتاً عابداً فاضلاً من رجال الستة (التقریب:۲۱۷۶)

۵: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ= صحابی مشہور/من رجال الستۃ (التقریب:۳۴۹۰)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ابن اخی الزہری کی وجہ سے حسن لذاتہ (یعنی حجت ومقبول) ہے۔

ابن اخی الزہری کی متابعت

ابن اخی الزہری رحمہ اللہ رفع یدین والی اس روایت میں تنہا راوی نہیں ہیں بلکہ (محمد بن الولید) الزبیدی (ثقة ثبت من كبار أصحاب الزهري/من رجال البخاري ومسلم وأبي داود والنسائي وابن ماجه/التقریب: ۶۳۷۲) نے ان کی متابعت تامہ کر رکھی ہے لہذا ابن اخی الزہری پر اس روایت میں اعتراض سرے سے فضول ہے

والحمدللہ۔

الزبیدی کی متابعت والی روایت سنن ابی داود (۲۲۷) سنن الدارقطنی (۱/۲۸۸ ح ۱۰۹۸) والسنن الکبریٰ للبیھقی (۲۹۲/۳، ۲۹۳) میں موجود ہے۔ الزبیدی سے یہ روایت بقیہ بن الولید نے بیان کی ہے اور بقیہ سے ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔

ابن الترکمانی نے مخالفت برائے مخالفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بقیہ بن ولید پر ابن حبان، ابومسہر اور سفیان بن عیینہ کی جرح نقل کی ہے (الجوہر النقی ۲۹۲/۳، ۲۹۳) جس کا جواب کچھ تفصیل سے عرض ہے۔-

بقیہ بن الولید الحمصی رحمہ اللہ (التحقیقات النقیۃ فی توثیق بقیۃ)

اس مضمون میں راویِ حدیث بقیۃ بن الولید رحمہ اللہ کے بارے میں محدثین کرام کی جرح وتعدیل کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

بقیہ کے بارے میں مروی جرح درج ذیل ہے۔

(۱)	سفیان بن عیینہ	[لا تسمعوا من بقية ....إلخ]
(۲)	العقیلی	[ذكره في الضعفاء]
(۳)	ابوحاتم الرازی	[لا يحتج به]
(۴)	ابومسہر الغسانی	[بقية ،أحاديثه ليست نقية فكن منها على تقية]
(۵)	ابن خزیمہ	[لا أحتج ببقية]
(۶)	الجوزجانی	[وبقية ضعيف الحديث ، لايحتج بحديثه]
(۷)	عبدالحق الاشبیلی	[لا يحتج به]
(۸)	ابن القطان الفاسی	....
(۹)	الذہبی	....
(۱۰)	ابن حزم	[ضعيف]
(۱۱)	البیہقی	[أجمعوا على أن بقية ليس بحجة]
(-)	الساجی	[فيه اختلاف]
(-)	الخلیلی	[اختلفوا فيه]

ملخصاً من تہذیب التہذیب (۱/۴۷۴-۴۷۸) وغیرہ

الساجی اور الخلیلی کا کلام تو جرح ہی نہیں ہے۔ بعض دوسرے علماء سے بھی بقیہ کی مُدلَّس (عن والی) روایات اور مجہولین وضعفاء سے روایات پر جرح منقول ہے، اس جرح کا کوئی تعلق بقیہ کی عدالت اور ضبط (حافظے) سے نہیں ہے۔

بقیہ کی توثیق درج ذیل ہے۔

نمبر	نام	قول	حوالہ
(۱)	ابواسحاق الفزاری	[خذوا عن بقیة ماحدثکم عن الثقات]	(الترمذی:۲۸۵۹)
(۲)	عبداللہ بن مبارک	[صدوق اللسان]	(صحیح مسلم:۴۳ دارالسلام)
(۳)	ابوزرعہ الرازی	[وإذاحدث عن الثقات فهو ثقة]	(الجرح والتعدیل:۲/۴۳۵)
(۴)	یحییٰ بن معین	[ثقة]	(تاریخ عثمان الدارمی:۱۹۰)
(۵)	العجلی	[ثقة ما روی عن المعروفین]	(تاریخ العجلی:۱۶۰)
(۶)	مسلم	[أخرج له فی صحیحه]	(صحیح مسلم:۱۰۱/۱۴۲۹ فواد عبدالباقی)
(۷)	یعقوب بن شیبہ	[صدوق ثقة ماروی عن المعروفین]	(تاریخ بغداد:۷/۱۲۶)
(۸)	الخطیب البغدادی	[وکان صدوقاً]	(تاریخ بغداد:۷/۱۲۳)
(۹)	محمد بن سعد	[وکان ثقة فی روایته عن الثقات]	(الطبقات:۷/۴۶۹)
(۱۰)	الترمذی	[صحح له فی سننه]	(الترمذی:۱۶۳۵،۱۶۶۳)
(۱۱)	ابن عدی	[إذا روی عن الشامیین فهو ثبت]	(الکامل:۲/۲۷۶)
(۱۲)	ابن شاہین	[ذکره فی الثقات]	(الثقات:۱۳۹)
(۱۳)	احمد بن حنبل	[وإذا حدث بقیة عن المعروفین مثل بحیر بن سعد قبل]	(الضعفاء للعقیلی:۱/۱۶۲)
(۱۴)	ابن حبان	[فرأیته ثقة مأموناً ولکنه کان مدلساً]	(المجروحین:۱/۲۰۰)
(۱۵)	ابن حجر	[صدوق کثیر التدلیس عن الضعفاء]	(التقریب:۷۳۴)
(۱۶)	الھیثمی	[وهو ثقة مدلس]	(مجمع الزوائد:۱/۱۹۰)
(۱۷)	العراقی	[قال فی حدیث بإسناده جید]	(تخریج الاحیاء:۲/۱۵۴، الصحیحہ:۱۶۹۱)
(۱۸)	المنذری	[وثقه]	(الترغیب والترھیب:۳/۱۲۵ و الصحیحہ:۳۵۳)
(۱۹)	الحاکم	[مامون مقبول]	(المستدرک ۱/۲۷۳ ح ۱۰۰۸ نیز دیکھئے ۱/۲۸۹ ح ۱۰۶۴)
(۲۰)	الذھبی	[وقال فی حدیثه بعلی شرط مسلم]	(تلخیص المستدرک:۲/۶۱۶)
(۲۱)	البخاری	[استشهد به فی صحیحه]	(صحیح بخاری:۷۰۷)
(۲۲)	ابواحمد الحاکم	[ثقة فی حدیثه إذاحدث عن الثقات بما یعرف]	(تہذیب:۱/۴۷۷ مصححاً)
(۲۳)	شعبہ	[روی عنه]	(شعبة لا یروی إلا عن ثقة عنده: تہذیب ۱/۴، ۵)

(۲۴) ابن خلفون [ذكره في الثقات] (حاشیہ تہذیب الکمال: ۳۶۹/۱)

(۲۵) الزیلعی [وكان صدوقاً] (نصب الرایہ: ۴۸/۱)

(۲۶) الدارقطنی [ثقة] (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۶۳۰)

(۲۷) الجوزجانی [فإذا أخذت حديثه عن الثقات فهو ثقة] (احوال الرجال: ۳۱۲)

(۲۸) یعقوب بن سفیان [فهو ثقة إلخ] (المعرفۃ والتاریخ ۴۲۴/۲ وتاریخ دمشق: ۲۷۰/۱۰)

(-) علی بن المدینی [صالح فيما روى عن أهل الشام] (تاریخ بغداد ۱۲۵/۷ وسندہ ضعیف)

(-) النسائی [إذا قال حدثنا وأخبرنا فهو ثقة] (تہذیب التہذیب: ۴۷۵/۱ وسندہ ضعیف)

(-) ابن الترکمانی!! [هو صدوق وقد صرح بالتحديث] (الجوہر النقی: ۱۴۷/۱)

نیز دیکھئے توضیح الکلام (۳۱۷/۱ - ۳۲۱)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک بقیہ بن الولید ثقہ وصدوق ہے۔ جب وہ ثقہ راویوں سے سماع کی تصریح کے ساتھ روایت بیان کرے تو اس کی روایت صحیح یا حسن ہوتی ہے۔ حافظ المنذری فرماتے ہیں:

''ثقة عند الجمهور لكنه مدلس'' وہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہے لیکن مدلس ہے۔ (الترغیب والترہیب ج۴ ص ۵۶۸)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ:

''وثقه الجمهور فيما سمعه من الثقات'' جمہور نے اسے ان روایات میں ثقہ قرار دیا ہے جو اس نے ثقہ راویوں سے سنی ہیں (الکاشف: ۱۰۶/۱، ۱۰۷، ت ۶۲۶)

جن علماء نے بقیہ پر جرح کی ہے وہ صرف اور صرف دو ہی باتوں پر مبنی ہے۔

(۱) تدلیس (یعنی بقیہ کی عن والی اور غیر مصرح بالسماع روایات ضعیف ہیں)

(۲) مجہولین وضعفاء سے روایت (یعنی بقیہ کی وہ تمام روایتیں ضعیف ومردود ہیں جو اس نے مجہول اور ضعیف راویوں سے بیان کی ہیں)

میرے علم کے مطابق کسی جلیل القدر امام نے بقیہ کی مصرح بالسماع روایت پر کوئی جرح نہیں کی، بقیہ پر تمام جروح کا تعلق اس کی غیر مصرح بالسماع یا اہل حمص وغیرہ کی اوہام والی روایتوں اور ضعیف ومجہول راویوں کی روایات پر ہے۔

خلاصۃ التحقیق: بقیہ بن الولید صدوق مدلس، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث راوی ہے بشرطیکہ سماع کی تصریح کرے۔

تنبیہ (۱): بقیہ اگر بحیر بن سعد سے روایت کرے تو یہ روایت سماع پر محمول ہوتی ہے چاہے بقیہ سماع کی تصریح کرے یا نہ کرے، دیکھئے تعلیقۃ علی العلل لابن ابی حاتم / تصنیف ابن عبدالہادی (ص ۱۲۴ ح ۱۲۳/۳۵)

تنبیہ(۲): بقیہ کی (محمد بن الولید) الزبیدی سے روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ (۱۴۲۹/۱۰۱)

تنبیہ(۳): امام ابو احمد الحاکم (صاحب الکنیٰ) بقیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ثقة فی حدیثه إذا حدث عن الثقات بما یعرف لکنه ربما روی عن أقوام مثل الأوزاعي والزبیدي وعبید الله العمري أحادیث شبیهة بالموضوعة أخذها عن محمد بن عبدالرحمن ویوسف بن السفر وغیرهما من الضعفاء ویسقطهم من الوسط ویرویها عن من حدثوه بها عنهم''

جب وہ ثقہ راویوں سے معروف (یعنی مصرح بالسماع) روایتیں بیان کرے تو ثقہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ لوگوں مثلاً اوزاعی، زبیدی اور عبیداللہ العمری سے موضوعات کے مشابہ وہ احادیث بیان کرتا ہے جو اس نے محمد بن عبدالرحمٰن اور یوسف بن السفر وغیرھما ضعیف راویوں سے حاصل کی تھیں۔ وہ انہیں درمیان سے گرا کر ان سے حدیثیں بیان کرتا ہے جن سے انہوں نے اسے احادیث سنائی تھیں (تہذیب التہذیب ج۱ ص ۴۷۷)

اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ بقیہ مدلس راوی ہے لہٰذا اگر وہ سماع کی تصریح کر کے ثقہ راویوں سے حدیث بیان کرے تو اس میں وہ ثقہ ہے اور اگر اوزاعی، زبیدی اور عبیداللہ بن عمر العمری سے بغیر تصریح سماع کے، تدلیس کرتے ہوئے عن والی روایات بیان کرے تو یہ روایتیں ضعیف، مردود اور موضوع ہوتی ہیں۔ اس جرح کا تعلق صرف تدلیس سے ہے جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے۔ بعض الناس نے پندرہویں صدی ہجری میں اس جرح کو مطلق قرار دینے کی کوشش کی ہے جس کا باطل ہونا واضح ہے۔

تنبیہ(۴): بقیہ تدلیس التسویہ کے الزام سے بری ہے۔ بقیہ سے تدلیس التسویہ کرنا ثابت نہیں ہے دیکھئے الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۴/۱۱۷) والضعیفۃ للشیخ الألبانی رحمہ اللہ (۱۲/۱۰۵۔۱۱۲ ح ۵۵۵۷) وعجالۃ الراغب المتمنی للشیخ سلیم الھلالی (۲/۶۷۸ ح ۶۳۷)

جدید محققین مثلاً شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے بقیہ کی مصرح بالسماع والی روایتوں کو حسن قرار دیا ہے۔ جناب عبدالرؤف بن عبدالمنان بن حکیم محمد اشرف سندھو صاحب ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''اس کی سند بقیہ بن الولید کی وجہ سے حسن درجے کی ہے۔ حاکم، ذہبی اور بوصیری نے مصباح الزجاجہ (۴۶۶) میں اس کو صحیح کہا ہے'' (القول المقبول ص ۶۲۰ ح ۵۶۸) نیز دیکھئے القول المقبول (ص ۱۹۴ ح ۱۰۸)

اگر کوئی کہے کہ محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''مگر یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں بقیہ واقع ہیں اور یہ مدلس وضعیف ہیں اور باوجود ضعیف ہونے کے اس جملہ کے ساتھ یہ متفرد ہیں ان کے سوا کوئی اور اس جملہ کو روایت نہیں کرتا ہے ...'' (القول السدید فیما یتعلق بتکبیرات العید ص ۱۷)

تو عرض ہے کہ یہ کلام تین وجہ سے مردود ہے۔

اول: یہ جمہور محدثین کی تحقیق کے خلاف ہے۔

دوم: خود محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے بقیہ کا ذکر کیا ہے یا سنن الترمذی میں بقیہ کا ذکر آیا ہے مگر انہوں نے بذات خود اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ دیکھئے تحفۃ الاحوذی (ج ۱ ص ۷۹ ح ۹۴، ج ۳ ص ۵ ح ۱۶۳۵، ۳/۱۷ ح ۱۶۶۳، ۳/۷۷، ۳۷۸ ح ۲۶۷۶، ۴/۳۶ ح ۲۸۵۹، ۴/۵۶ ح ۲۹۲۱) لہٰذا معلوم ہوا کہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی جرح ان کی کتاب تحفۃ الاحوذی کی رُو سے منسوخ ہے۔

سوم: مبارکپوری رحمہ اللہ کا قول ''اس جملے کے ساتھ یہ متفرد ہیں'' قطعاً غلط ہے کیونکہ ابن اخی الزہری نے بھی یہی جملہ بیان کر رکھا ہے۔

پاکستان کے مشہور محقق اور اہل حدیث کے نامور عالم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے بقیہ بن الولید کا زبردست دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''یہ اس بات کا قوی ثبوت ہے کہ جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہے جب سماع کی صراحت کرے تو قابل حجت ہے۔ بالخصوص جب کہ شامی شیوخ سے روایت کرے'' (توضیح الکلام ج ۱ ص ۳۱۹ باب: بقیہ بن الولید پر جرح کا جواب)

تنبیہ (۵): اگر کوئی یہ کہے کہ امام زھری کے دوسرے شاگرد یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کرتے ہیں۔ تو عرض ہے کہ الزبیدی (ثقہ) اور ابن اخی الزھری (صدوق) کا یہ روایت بیان کرنا حجت ہونے کے لئے کافی ہے۔ اگر ایک ثقہ وصدوق راوی ایک روایت سند ومتن میں زیادت کے ساتھ بیان کرے، جب کہ دوسرے بہت سے ثقہ وصدوق راوی یہ زیادت بیان نہ کریں تو اسی زیادت کا اعتبار ہوتا ہے۔ (والزیادۃ من الثقۃ مقبولۃ)

مثال (۱): **کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع** ، والی حدیث کو (صرف) علی بن حفص المدائنی نے موصولاً بیان کیا ہے (صحیح مسلم: ۵/۵ وترقیم دارالسلام: ۸، سنن ابی داود: ۴۹۹۲، تعلیقات الدارقطنی علی المجروحین لابن حبان ص ۱۴۱ والمعلّق علیہ جاھل)

یاد رہے کہ صحیح مسلم کے ایک نسخے کی سند میں تصحیف ہوگئی ہے جس کی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ کو بڑا وہم لگا ہے، دیکھئے الصحیحہ (۲۰۲۵) وصحیح مسلم طبعہ ہندیہ (ج ۱ ص ۸، ۹)

مثال (۲): صحیح بخاری میں محمد بن عمرو بن حلحلہ عن محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ والی روایت میں صرف ایک رفع یدین کا ذکر ہے (البخاری: ۸۲۸) جبکہ سنن ابی داود (۷۳۰) وغیرہ میں عبدالحمید بن جعفر عن محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ والی روایت میں رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت (کل چار مقامات پر) رفع یدین کا ثبوت ہے۔ یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ ثقہ کی زیادت

معتبر ومقبول ہے۔ بشرطیکہ ثقہ راویوں یا اوثق کے من کل الوجوہ سراسر خلاف نہ ہو۔

متن کی بحث

ابن الترکمانی وبعض الناس نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس روایت میں عیدین کا طریقہ مذکور نہیں ہے بلکہ عام نماز کی طرح ہے۔

عرض ہے کہ اس روایت میں درج ذیل مقامات پر رفع یدین کی صراحت موجود ہے۔

(۱) تکبیر تحریمہ

(۲) رکوع سے پہلے

(۳) رکوع کے بعد

(۴) ہر رکعت میں

(۵) رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں (دیکھئے یہی مضمون، شروع)

حدیث صحیح کے الفاظ دوبارہ پیش خدمت ہیں:

''ویرفعهما فی کل رکعة وتکبیرة کبّرها قبل الرکوع حتی تنقضی صلاته''

ترجمہ: اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر رکعت میں اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پوری ہو جاتی (مسند احمد: ۱۳۴/۲)

اب سوال یہ ہے کہ عیدین کی تکبیرات رکوع سے پہلے ہوتی ہیں یا رکوع کے بعد ہوتی ہیں؟ اگر پہلے ہوتی ہیں تو ضرور بالضرور اس حدیث کے عموم میں شامل ہیں۔

امام بیہقی نے بقیہ بن الولید کی حدیث کو تکبیرات عید اور ''باب السنة فی رفع الیدین کلما کبر للرکوع'' دونوں جگہ ذکر کیا ہے (السنن الکبریٰ: ۲۹۲/۳، ۸۳/۲) معلوم ہوا کہ امام بیہقی کے نزدیک اس حدیث سے رفع یدین عند الرکوع اور رفع یدین فی العیدین دونوں جگہوں پر ثابت ہے۔ والحمدللہ

ایک اہم بات

ہم بحمداللہ اہل حدیث یعنی سلفی اہل حدیث ہیں۔ قرآن وحدیث واجماع کو حجت سمجھتے ہیں۔ قرآن وحدیث کا وہی مفہوم معتبر سمجھتے ہیں جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔ آثار سلف صالحین سے استدلال اور اجتہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔

حدیث مذکور سے درج ذیل سلف صالحین نے تکبیرات عیدین پر استدلال کیا ہے

(۱) امام بیہقی رحمہ اللہ [السنن الکبریٰ: ۲۹۲/۳، ۲۹۳ باب رفع الیدین فی تکبیر العید)

(۲) الامام محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری [التلخیص الحبیر :۸۶/۲ ح ۶۹۲)
سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اس استدلال کا رد نہیں کیا لہٰذا محدث مبارکپوری اور محدث البانی رحمہما اللہ کا نظریہ، سلف صالحین کے استدلال کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
مولوی محمد افضل اثری (صاحب مکتبۃ السنۃ کراچی) لکھتے ہیں کہ:
'' جیسا کہ امام بیہقی اور امام (ابن) منذر کا استدلال ذکر کرنے کے بعد شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی ''تلخیص الحبیر 145 بحوالہ المرعاۃ 341/2'' لکھتے ہیں: والأولی عندی ترک الرفع لعدم ورود نص صریح فی ذلک، ولعدم ثبوتہ صریحاً بحدیث مرفوع صحیح۔ یعنی میرے نزدیک اولی یہ ہے کہ رفع یدین درزوائد تکبیرات نہ کیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں صریح قسم کی نص وارد نہیں ہے اور نہ ہی صراحتاً مرفوع صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے۔ یہی بات علامہ شمس الحق عظیم آبادی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہم اللہ تعالیٰ، علامہ البانی حفظہ اللہ نے ذکر کی ہے کہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی صریح حدیث ثابت و وارد نہیں ہے'' (ضمیمۃ ھدیۃ المسلمین ص ۹۷ طبعہ غیر شرعیہ)
اس بیان میں محمد افضل اثری صاحب نے غلط بیانی کرتے ہوئے حافظ ابن حجر العسقلانی سے وہ قول منسوب کر دیا ہے جس سے حافظ ابن حجر بالکل بری ہیں۔ دیکھئے التلخیص الحبیر (ج ۲ ص ۸۶ ح ۶۹۲)
اس صریح غلط بیانی کا دوسرا نام کذب وافتراء ہے۔ صاحب مرعاۃ المفاتیح (الشیخ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ) کے قول کو حافظ ابن حجر کا قول بنا دینا اگر کذب وافتراء نہیں تو پھر کیا ہے؟
یاد رہے کہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، مولانا عبیداللہ مبارکپوری اور شیخ البانی رحمہم اللہ کے اقوال و ''تحقیقات'' در تکبیراتِ عیدین، امام عطاء بن ابی رباح، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سلف صالحین کے مقابلے میں اور مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

خلاصۃ التحقیق: اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن اخی الزہری اور بقیہ والی روایت صحیح ہے۔ اور اس سے تکبیرات عیدین میں رفع یدین پر استدلال بالکل صحیح ہے۔ والحمدللہ

سلف صالحین کے آثار

اب تکبیرات عیدین میں رفع یدین کی مشروعیت پر سلف صالحین کے آثار پیش خدمت ہیں۔
(۱) امام عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی الشامی رحمہ اللہ = ولید بن مسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:
''**قلت للأوزاعی فأرفع یدي کر فعي فی تکبیرۃ الصلوۃ ؟قال: نعم ،ارفع یدیك مع کلھن**'' میں نے اوزاعی سے کہا: کیا میں (عید میں) رفع یدین کروں، جیسے میں نماز میں رفع یدین کرتا ہوں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں تمام

تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرو۔ (احکام العیدین للفریابی: ۱۳۶ و إسنادہ صحیح)

(۲) امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ = ولید بن مسلم سے روایت ہے کہ:

''سألت مالك بن أنس عن ذلك فقال :نعم ،ارفع يديك مع كل تكبيرة ولم أسمع فيه شيئاً''

میں نے مالک بن انس سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں، ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرو، اور میں نے اس میں کچھ بھی نہیں سنا۔ (احکام العیدین: ۱۳۷، و إسنادہ صحیح)

تنبیہ: امام مالک کا ''ولم أسمع فيه شيئاً'' دو باتوں پر ہی محمول ہے۔

اول: میں نے اس عمل کے بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی۔

دوم: میں نے اس عمل کے مخالف کوئی حدیث نہیں سنی۔

اول الذکر کے بارے میں عرض ہے کہ اگر امام مالک نے بقیہ بن الولید اور ابن اخی الزہری کی حدیث اور عطاء بن ابی رباح تابعی کا اثر نہیں سنا تو یہ بات ان دلائل کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

تنبیہ: (۲): مجموع شرح المہذب للنووی (۲۶/۵) الاوسط لابن المنذر (۲۸۲/۴) اور غیر مستند کتاب المدونہ (۱۶۹/۱) وغیرہ میں اس اثر کے خلاف جو کچھ مروی ہے وہ بے سند و بے اصل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(۳) امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ = دیکھئے کتاب الام (ج ۱ ص ۲۳۷)

(۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ = دیکھئے مسائل الامام احمد، روایۃ ابی داود (ص ۶۰)

(۵) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ = دیکھئے تاریخ ابن معین (روایۃ الدوری: ۲۲۸۴)

معلوم ہوا کہ مکہ، مدینہ اور شام وغیرہ میں سلف صالحین تکبیرات عیدین میں رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔ ان کے مقابلے میں محمد بن الحسن الشیبانی (کذاب / کتاب الضعفاء للعقیلی: ۵۲/۴ وسندہ صحیح، الحدیث حضرو: ۷ ص ۱۷) سے تکبیرات عیدین میں رفع یدین کی مخالفت مروی ہے، دیکھئے کتاب الاصل (۳۷۴/۱، ۳۷۵) والاوسط لابن المنذر (۲۸۲/۴) سفیان ثوری رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے کہ وہ تکبیرات مذکورہ میں رفع یدین کے قائل نہیں تھے (مجموع: ۲۶/۵ والاوسط: ۲۸۲/۴) یہ قول بلا سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

بعض حنفیوں نے بغیر کسی سند متصل کے ابو یوسف قاضی سے تکبیراتِ عید میں رفع یدین نہ کرنا نقل کیا ہے۔ یہ نقل دو وجہ سے مردود ہے۔

(۱) بے سند ہے۔

(۲) قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کے بارے میں امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ:

''ألا تعجبون من يعقوب ،يقول علي مالا أقول'' کیا تم لوگ یعقوب (ابو یوسف) پر تعجب نہیں کرتے، وہ

میرے بارے میں ایسی باتیں کہتا ہے جو میں نہیں کہتا۔ (التاریخ الصغیر للبخاری ج ۲ ص ۲۱۰ وفیات: عشر إلی تسعین ومائۃ ر وإسنادہ حسن ولہ شواہد '' فالخبر صحیح '' انظر تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء ص ۱۲۲ ت ۴۲۵) معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اپنے شاگرد قاضی ابو یوسف کو کذاب سمجھتے تھے۔

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح المکی رحمہ اللہ زوائد تکبیراتِ عید میں رفع یدین کے قائل تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۲۹۷ ح ۵۶۹۹) اس روایت کے مرکزی راوی عبدالرزاق بن ہمام مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے۔ سفیان ثوری مدلس نے عبدالرزاق کی متابعت کررکھی ہے۔ (دیکھئے السنن الکبری للبیہقی ۳/۲۹۳) یہ روایت ان دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

اختتامِ بحث: تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنا بالکل صحیح عمل ہے۔ محدث مبارکپوری، شیخ البانی رحمہما اللہ اور بعض الناس کا اس عمل کی مخالفت کرنا غلط اور مردود ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۷ صفر ۱۴۲۶ھ)

تکبیراتِ عید

فضل اکبر کاشمیری

عیدہ گاہ کو جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہنا ثابت ہیں۔ (السنن الکبری للبیہقی ۳/۲۷۹ وسندہ حسن)

تکبیرات کے الفاظ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہیں، البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ سے ثابت ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید کے دن صبح سویرے ہی مسجد سے عیدگاہ کی طرف جاتے تھے اور عیدگاہ تک آپ اونچی تکبیریں کہتے تھے۔ آپ اس وقت تک تکبیریں کہتے رہتے تھے جب تک امام (نماز پڑھانے کے لئے) نہ آجاتا۔ (السنن الکبری للبیہقی: ۳/۲۷۹ وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تکبیر کے یہ الفاظ ثابت ہیں: اللہ أکبر کبیراً، اللہ أکبر کبیراً، اللہ أکبر وأجل اللہ أکبر وللہ الحمد۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۶۸ ح ۵۶۵۴ وسندہ صحیح)

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں تکبیر سکھاتے تھے: '' اللہ أکبر، اللہ أکبر، اللھم أنت أعلی وأجل من أن تکون لک صاحبۃ أو یکون لک ولد أو یکون لک شریک فی الملک أو یکون لک ولي من الذل وکبرہ تکبیراً اللہ أکبر تکبیراً (کبیراً) اللھم اغفرلنا اللھم ارحمنا '' (مصنف عبدالرزاق: ۱۱/۲۹۵ ح ۲۰۵۸۱ وسندہ صحیح) امام عبدالرزاق نے سماع کی تصریح کررکھی ہے۔ دیکھئے السنن الکبری للبیہقی (۳/۳۱۶)

تابعی صغیر ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: کانوا یکبرون یوم عرفۃ وأحدھم مستقبل القبلۃ فی الصلوۃ: اللہ أکبر، اللہ أکبر لا إلہ إلا اللہ واللہ أکبر اللہ أکبر وللہ الحمد (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۱۶۷ ح ۵۶۴۹ وسندہ صحیح)

اسلاف سے ثابت شدہ مذکورہ الفاظ میں سے جو بھی چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ

کیا امام ابو حنیفہ تابعی تھے؟

سوال: کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی تھے؟ اور کیا کسی صحابی سے ان کی ملاقات صحیح سند سے ثابت ہے؟

(صفدر نذیر ولد منظور الٰہی دکاندار بھکر)

الجواب: الحمدلله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسوله الأمین ، أما بعد:

اس مسئلے میں علمائے کرام کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی تھے اور بعض کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی نہیں تھے۔ ان دونوں گروہوں کے نظریات پر تبصرہ کرنے سے پہلے دو اہم ترین بنیادی باتیں پیشِ خدمت ہیں۔

اول: جس کتاب سے جو قول یا روایت بطورِ دلیل نقل کی جائے، اُس کی سند صحیح لذاتہ یا حسن لذاتہ ہو، ورنہ استدلال مردود ہوتا ہے۔

دوم: صحیح دلیل کے مقابلے میں تمام ضعیف اور غیر ثابت دلائل مردود ہوتے ہیں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں میں ہی کیوں نہ ہو۔

اس تمہید کے بعد فریقین کے نظریات پیشِ خدمت ہیں۔

فریق اول: خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

"النعمان بن ثابت أبو حنیفة التیمي إمام أصحاب الرأي وفقیه أهل العراق ، رأی أنس بن مالك وسمع عطاء بن أبی رباح ...."

یعنی: نعمان بن ثابت، ابوحنیفہ التیمی، اہل الرائے کے امام اور عراقیوں کے فقیہ، آپ نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے اور عطاء بن ابی رباح سے (روایات وغیرہ کو) سنا ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۳، ۳۲۴ ت ۷۲۹۷)

بعد والے بہت سے علماء نے خطیب رحمہ اللہ کے اس قول پر اعتماد کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے العلل المتناهیة لابن الجوزی (۱/۱۲۸ ح ۱۹۶) بعض لوگوں نے ابن الجوزی کے قول کو دارقطنی سے منسوب کر دیا ہے، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ دیکھئے

اللمحات (۲/۲۹۳)

فریقِ دوم: ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا ابوحنیفہ کا انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے سماع (سننا) صحیح ہے؟

توانھوں نے جواب دیا: '' **لا ولا رؤيته ، لم يلحق أبو حنيفة أحداً من الصحابة** '' نہیں، اور نہ ابوحنیفہ کا انس (رضی اللہ عنہ) کو دیکھنا ثابت ہے بلکہ ابوحنیفہ نے تو کسی صحابی سے (بھی) ملاقات نہیں کی ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۴ص ۲۰۸ ت ۱۸۹۵ وسندہ صحیح) [سوالات السہمی للدارقطنی (ص ۲۶۳ ت ۳۸۳)، العلل المتناہیۃ فی الأحادیث الواھیۃ لابن الجوزی (۱/۶۵ تحت ح ۷۴)]

معلوم ہوا کہ خطیب بغدادی سے بہت پہلے امام دارقطنی رحمہ اللہ اس بات کا صاف صاف اعلان کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے نہ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور نہ ان سے ملاقات کی ہے۔

تنبیہ: جلیل القدر معتدل امام دارقطنی رحمہ اللہ کا سابق بیان علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی کتاب '' **تبييض الصحيفة في مناقب الإمام أبي حنيفة** '' میں محرف و مبدل ہو کر چھپ گیا ہے۔

(ص ۱۰ بتعلیق محمد عاشق الٰہی برنی دیوبندی)

یہ تحریف شدہ متن اصل مستند کتابوں کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ذیل اللآلی وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی بذاتِ خود علامہ سیوطی کو حافظ ابن الجوزی کا کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے لگی ہے۔ بہر حال امام دارقطنی سے ثابت شدہ قول کے مقابلے میں سیوطی وابن الجوزی وغیرہما کے حوالے مردود ہیں۔

ان دونوں (خطیب ودارقطنی) کے اقوال میں متقدم و اوثق ہونے کی وجہ سے دارقطنی کے قول کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

فریقِ اول کی معرکۃ الآراء دلیل: جو لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو تابعی مانتے یا منواتے ہیں وہ ایک معرکۃ الآراء دلیل پیش کرتے ہیں۔

محمد بن سعد (کاتب الواقدی) نے (طبقات میں) کہا: '' **حدثنا أبو الموفق سيف بن جابر قاضي واسط قال: سمعت أبا حنيفة يقول: قدم أنس بن مالك الكوفة ونزل النخع وكان يخضب بالحمرة، قد رأيته مراراً** ''

(عقود الجمان فی مناقب النعمان ص ۴۹، الباب الثالث واللفظ لہ، تذکرۃ الحفاظ للذھبی ۱/۱۶۸ ت ۱۶۳، مناقب أبی حنیفۃ وصاحبیہ أبی یوسف ومحمد بن الحسن للذھبی ص ۷، ۸)

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام) ابوحنیفہ نے کہا کہ میں نے (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو کوفہ میں

دیکھا۔

عرض ہے کہ اس روایت کا بنیادی راوی سیف بن جابر مجہول الحال ہے۔ اُس کی توثیق کسی مستند کتاب میں نہیں ملی، دیکھئے التنکیل بمافی تأنیب الکوثری من الأباطیل للمعلمی (ج ۱ ص ۱۷۹ ت ۳۴) تبصرۃ الناقد (ص ۲۱۸، ۲۱۹) واللمحات إلی مافی انوار الباری من الظلمات (ج ۲ ص ۲۷۷)

دوسرے یہ کہ یہ روایت ابن سعد کی کتاب ''الطبقات'' میں موجود نہیں ہے۔ اسے حاکم کبیر ابو احمد محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق (متوفی ۳۷۸ھ) نے درج ذیل سند ومتن سے روایت کیا ہے۔

'' **حدثني أبوبكر بن أبی عمرو المعدل ببخاری: حدثني أبو بكر عبدالله بن محمد بن خالد القاضي الرازي الحبال قال: حدثنی عبدالله بن محمد بن عبيد القرشي المعروف بابن أبي الدنيا: نـا محمد بن سعد الهاشمي صاحب الواقدي :نا أبو الموفق سيف بن جابر قاضي واسط قال: سمعت أبا حنيفة يقول: قدم أنس بن مالك الكوفة ونزل النخع وكان يخضب بالجهر [1] قدرأيته مراراً** '' (کتاب الأسامي والکنٰی للحاکم الکبیر ۴/۱۷۴ باب أبي حنیفۃ)

اس روایت کے راوی ابوبکر بن ابی عمرو کی توثیق نامعلوم ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ سند نہ تو ابن سعد سے ثابت ہے اور نہ امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے، لہٰذا اسے '' **فإنه صح** '' کہنا غلط ہے۔

اس کے علاوہ تابعیتِ امام ابوحنیفہ ثابت کرنے والی موضوع روایات أخبار أبی حنیفہ للصیمری وجامع المسانید للخوارزمی وکتبِ مناقب میں بکثرت موجود ہیں جن کا دارومدار احمد بن الصلت الحمانی وغیرہ جیسے کذابین ومجہولین ومجروحین پر ہی ہے۔

ان روایات پر تفصیلی جرح کے لئے التنکیل اور اللمحات کا مطالعہ کریں۔

فریقِ دوم کی معرکۃ الآراء دلیل: امام معتدل ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۵ ھ) فرماتے ہیں کہ:

'' **ثناه عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز :حدثنی محمود بن غيلان :ثنا المقرئي :سمعت أباحنيفة يقول: ما رأيت أفضل من عطاء وعامة ما أحدثكم خطاء** '' ابوحنیفہ نے فرمایا: میں نے عطاء (بن ابی رباح، تابعی) سے زیادہ افضل کوئی (انسان) نہیں دیکھا اور میں تمہیں عام طور پر جو حدیثیں بیان کرتا ہوں وہ غلط ہوتی ہیں۔

(الکامل ۷/۲۴۷۳ والطبعۃ الجدیدۃ ۸/۲۳۷ وسندہ صحیح)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ (الأسانید الصحیحۃ فی أخبار الإمام أبی حنیفہ قلمی ص ۲۹۰)

عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی مطلقاً ثقہ ہیں (سیر أعلام النبلاء ۱۴/۴۵۵) جمہور محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ (الأسانید الصحیحہ ص ۱۲۴) ان پر سلیمانی وابن عدی کی جرح مردود ہے۔ محمود بن غیلان ثقہ ہیں (تقریب التہذیب: ۶۵۱۶)

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقرئی ثقہ فاضل ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۳۷۱۵)

اس روایت کو خطیب بغدادی نے بھی عبداللہ بن محمد البغوی سے روایت کر رکھا ہے۔(تاریخ بغداد ۱۳/۴۲۵ وسندہ صحیح)

عبداللہ بن محمد البغوی دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ: '' حدثنا ابن المقرئی : نا أبی قال: سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت أفضل من عطاء وعامة ما (أ) حدثكم به خطأ '' (مسند علی بن الجعد ۲/۷۷ ح ۲۰۶۲، دوسرا نسخہ: ۱۹۷۸ وسندہ صحیح)

اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

محمد بن عبداللہ بن یزید المقرئی ثقہ ہے۔(التقریب: ۶۰۵۴) عبداللہ بن یزید المقرئی ثقہ فاضل ہے جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ ابو یحیی عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی فرماتے ہیں کہ: '' سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت أحداً أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح '' میں نے ابوحنیفہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میں نے جابر الجعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔(العلل الصغیر للترمذی ص ۸۹۱ وسندہ حسن، مسند علی بن الجعد، روایۃ عبداللہ البغوی ۲/۷۷ ح ۲۰۶۱، دوسرا نسخہ: ۱۹۷۷ وسندہ حسن، الکامل لابن عدی ۲/۵۳۷، دوسرا نسخہ ۲/۳۲۷ وسندہ حسن، وعنہ البیہقی فی کتاب القرأت خلف الإمام ص ۱۳۴ تحت ح ۳۲۱، دوسرا نسخہ ص ۱۵۷ تحت ح ۳۴۵ وسندہ حسن)

ابو یحیی الحمانی صدوق حسن الحدیث ہے۔(تحریر تقریب التہذیب ۲/۳۰۰ ت ۳۷۷۱) باقی سند بالکل صحیح ہے۔

ان صحیح اسانید سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (صحابی رسول) کو بالکل نہیں دیکھا، ورنہ وہ یہ کبھی نہ فرماتے کہ ''میں نے عطاء (تابعی) سے افضل کوئی نہیں دیکھا''

یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ہر صحابی ہر تابعی سے افضل ہوتا ہے۔ جب امام صاحب نے خود اعلان فرما دیا ہے کہ انہوں نے عطاء تابعی سے زیادہ افضل کوئی انسان نہیں دیکھا تو ثابت ہو گیا کہ انہوں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا ہے تفصیل کے لئے محقق اہلِ حدیث مولانا محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ کی کتاب اللمحات پڑھ لیں۔

خلاصۃ التحقیق: امام ابوحنیفہ تابعی نہیں ہیں، کسی ایک صحابی سے بھی ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلے میں خطیب بغدادی وغیرہ کے اقوال مرجوح وغلط ہیں اور اسماء الرجال کے امام ابوالحسن الدارقطنی کا قول و تحقیق ہی راجح اور صحیح ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں کہ: '' وقسم معتدل كأحمد والدارقطني وابن عدي '' اور محدثین کرام کا ایک گروہ معتدل ہے جیسے احمد، دارقطنی اور ابن عدی، یعنی یہ تینوں معتدل تھے۔(المتکلمون فی الرجال ص ۱۳۷)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ: '' وقسم كالبخاري وأحمد وأبي زرعة وابن عدي معتدلون منصفون '' اور محدثین کا ایک گروہ مثلاً بخاری، احمد بن حنبل، ابوزرعہ (رازی) اور ابن عدی معتدل و منصف تھے۔

(ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل ص ۱۵۹)

تنبیہ: حافظ ذہبی نے کتاب ''الموقظہ'' میں امام دارقطنی کو بعض اوقات متساہل قرار دیا ہے۔ (ص ۸۳)

یہ قول خطیب بغدادی وعبدالغنی ازدی وقاضی ابوالطیب الطبری وغیرہم کی توثیق وثنا کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ دارقطنی، عجلی، ابن خزیمہ اور ابن الجارود کا متساہل ہونا ثابت نہیں ہے۔

وما علینا إلا البلاغ

(۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

☆......☆......☆

سورہ یٰسٓ کی تلاوت اور فضائل

سوال (۱): جو شخص ہر صبح سورت یٰسٓ کی تلاوت کرتا ہے تو اس کی دن کی تمام حاجتیں پوری ہوں گی۔ اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے۔ (ملخصاً از مکتوب حبیب اللہ استاد کندھی مغلزئی۔ پشاور)

جواب: یہ روایت سنن الدارمی (ج ۲ ص ۴۵۷ ح ۳۴۲۱ وطبعۃ محققۃ ح ۳۴۶۱) میں ''عطاء بن ابی رباح (تابعی) قال: بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال'' کی سند سے موجود ہے۔ اور دارمی ہی سے صاحبِ مشکوۃ نے (ح ۲۱۷۷ بتحقیقی) نقل کی ہے۔

یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور ''بلغني'' کا فاعل نامعلوم ہے۔

سورہ یٰسٓ کی فضیلت میں درج ذیل مرفوع روایات بھی ضعیف ومردود ہیں۔

۱۔ ''إن لکل شئ قلباً وقلب القرآن یٰس ومن قرأ یٰس کتب اللہ لہ بقرأتھا قراءۃ القرآن عشر مرات'' (جامع ترمذی ح ۲۸۸۷ من حدیث قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ وتبلیغی نصاب ص ۲۹۲ فضائل قرآن ص ۵۸) امام ترمذی اس روایت کے ایک راوی ہارون ابو محمد کے بارے میں فرماتے ہیں ''شیخ مجهول'' لهذا یہ روایت ہارون مذکور کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ (الضعیفۃ ج ۱ ص ۲۰۲ ح ۱۶۹)

امام ابوحاتم الرازی نے یہ دعوی کیا ہے کہ اس حدیث کا راوی: مقاتل بن سلیمان (کذاب) ہے (علل الحدیث ج ۲ ص ۵۶ ح ۱۶۵۲) جبکہ سنن ترمذی وسنن الدارمی (ج ۲ ص ۴۵۶ ح ۳۴۱۹) تاریخ بغداد (ج ۴ ص ۱۶۷) میں مقاتل بن حیان (صدوق) ہے۔ واللہ اعلم

درج بالا روایت کا ترجمہ جناب زکریا صاحب تبلیغی دیوبندی نے درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

''ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے۔قرآن شریف کا دل سورہ یٰس ہے جو شخص سورہ یٰس پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہ،اس کے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے''

۲۔اس باب میں سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ والی روایت کے بارے میں امام ترمذی نے لکھا ہے کہ ''ولا یصح من قبل إسناده وإسناده ضعيف ''[ترمذی:۲۸۸۷]

۳۔''إن لکل شئ قلباً وقلب القرآن يٰس'' (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۸۷ ح ۲۳۰۴ من حدیث عطاء عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

اس حدیث کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''وحميد هذا مجهول كما قال الحافظ فی التقريب وعبدالرحمن بن الفضل شيخ البزار لم أعرفه ''(الضعیفہ ج ا ص ۲۰۴)

یعنی اس کا (بنیادی) راوی حمید (المکی مولیٰ آل علقمۃ/تفسیر ابن کثیر ۵۷۰/۳) مجہول ہے جیسا کہ حافظ (ابن حجر) نے تقریب التھذیب میں کہا ہے اور بزار کے استاد: عبدالرحمٰن بن الفضل کو میں نے نہیں پہچانا۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت دوراویوں کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۴۔''من قرأ يٰس فی ليلة أصبح مغفوراً له..''الخ

(مسند ابی یعلی ج ۱۱ ص ۹۳، ۹۴ ح ۶۲۲۴ وغیرہ من طریق ھشام بن زیاد عن الحسن قال: سمعت ابا ھریرۃ بہ)

اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔ہشام بن زیاد متروک ہے(تقریب ص ۳۶۴ ت:۷۲۹۲)

۵۔ ''من قرأ يٰس فی ليلة ابتغاء وجه الله غفرله فی تلك الليلة''(الدارمی ح ۳۴۲۰ وغیرہ)

اس روایت کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔حسن بصری کی سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔دوسرے یہ کہ وہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کررہے ہیں۔

۶۔''من قرأ يٰس فی ليلة ابتغاء وجه الله غفرله''

(صحیح ابن حبان: موارد الظمآن ح ۶۶۵ وغیرہ عن الحسن (البصری) عن جندب رضی اللہ عنہ بہ)

اس روایت کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ابوحاتم رازی نے کہا:''لم يصح للحسن سماع من جندب'' (المراسیل ص ۴۲) نیز دیکھئے حدیث سابق:۵

۷۔''من قرأ يٰس ابتغاء وجه الله تعالیٰ غفرله ماتقدم من ذنبه فاقرؤوها عند موتاكم ''(البیہقی فی شعب الایمان ح ۲۴۵۸ من حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ)

اس کی سند ایک مجہول راوی: ابوعثمان غیر النہدی اور اس کے باپ کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

یہ روایت مختصراً مسند احمد (۵/۲۶، ۲۷) مستدرک الحاکم (۱/۵۶۵) اور صحیح ابن حبان (الاحسان ۷/۲۶۹ ح ۲۹۹۱ ونسخہ محققہ ح:۳۰۰۲) وسنن ابی داؤد (۳۱۲۱) وسنن ابن ماجہ (۱۴۴۸) میں موجود ہے، اس حدیث کو امام دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مسند احمد (۴/۱۰۵) میں اس کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے۔

۸۔ ''من قرأ یسٓ فی لیلة أصبح مغفوراً له'' (حلیۃ الاولیاء ۴/۱۳۰ من حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

اس کی سند ابو مریم عبدالغفار بن القاسم الکوفی کی وجہ سے موضوع ہے۔ ابو مریم مذکور کذاب وضاع تھا۔ دیکھئے لسان المیزان (ج ۴ ص ۵۰، ۵۱)

۹۔ ''من قرأ یسٓ عدلت له عشرین حجة ومن کتبها ثم شربها أدخلت جوفه ألف یقین وألف رحمة ونزعت منه کل غل وداء'' (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۳۶) من حدیث الحارث (الأعور) عن علي به ''

یہ روایت حارث اعور کے شدید ضعف (مع تدلیس أبی اسحاق) کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

۱۰۔ ''لوددت إنها في قلب کل إنسان من أمتي یعنی یسٓ''

(البزار: کشف الاستار ۳/۸۷ ح ۲۳۰۵ من حدیث ابن عباس)

اس کا راوی ابراھیم بن الحکم بن ابان ضعیف ہے۔ (تقریب:۱۶۶)

۱۱۔ '' من قرأ سورة یس وهو فی سکرات الموت أو قریب عنده جاء ه خازن الجنة بشربة من شراب الجنة فسقاها إیاه وهو علی فراشه فیشرب فیموت ریان ویبعث ریان ولا یحتاج إلی حوض من حیاض الأنبیاء'' (الوسیط للواحدی ۳/۵۰۹)

یہ روایت موضوع ہے۔ یوسف بن عطیہ الصفار متروک (دیکھئے تقریب التہذیب:۷۸۷۲) اور ہارون بن کثیر مجہول ہے دیکھئے لسان المیزان (ج ۶ ص ۲۱۸)

۱۲۔ ''من قرأیس فکأنماقرأ القرآن عشر مرات'' (شعب الایمان للبیہقی ح ۲۴۵۹)

یہ روایت حسان بن عطیہ کی وجہ سے مرسل ہے، اسماعیل بن عیاش مدلس ہے۔ (طبقات المدلسین: ۳/۶۸)

۱۳۔ ''سورة یس تدعی فی التوراة المنعمة۔۔۔'' الخ

(شعب الایمان ح ۲۴۶۵ والضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۱۴۳، الامالی للشجری ج ۱ ص ۱۱۸ تاریخ بغداد للخطیب ج ۲ ص ۳۸۷، ۳۸۸ والموضوعات لابن الجوزی ص ۲۴۷ ج ۱ وتبلیغی نصاب ص ۲۹۲، ۲۹۳ فضائل قرآن ص ۵۸، ۵۹)

اس روایت کی سند موضوع ہے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر الجدعانی متروک الحدیث ہے اور دوسرے کئی راوی مجہول ہیں امام بیہقی فرماتے ہیں ''وھو منکر'' امام عقیلی نے بھی اسے منکر قرار دیا ہے۔ اس کی ایک دوسری سند تاریخ بغداد اور الموضوعات لابن الجوزی میں ہے۔ اس کا راوی محمد بن عبد بن عامر السمرقندی کذاب اور چور تھا۔

۱۴۔''إنی فرضت علی أمتی قراء ۃ یس کل لیلة فمن دام علی قراء تها کل لیلة ثم مات مات شهیداً'' (الأمالی للشجری ج ا ص ۱۱۸)

یہ روایت موضوع ہے۔اس کے کئی راویوں مثلاً عمر بن سعد الوقاصی، ابوحمض بن عمر بن حفص اور ابو عامر محمد بن عبدالرحیم کی عدالت نامعلوم ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ سورت یاسین کی فضیلت کی تمام مرفوع روایات ضعیف و مردود ہیں۔

امام دارمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:''حدثنا عمرو بن زرارة :حدثنا عبدالوهاب :حدثنا راشد أبو محمد الحمانی عن شهر بن حوشب قال:قال ابن عباس :من قرأ یٰسٓ حین یصبح ، أعطی یسر یومه حتی یمسی ، ومن قرأها فی صدر لیلة أعطی یسر لیلته حتی یصبح''

ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی: ہمیں عبدالوہاب الثقفی نے حدیث بیان کی: ہمیں راشد ابو محمد الحمانی نے حدیث بیان کی، وہ شہر بن حوشب سے بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: جو شخص صبح کے وقت یاسین پڑھے تو اسے شام تک آسانی عطا ہوگی۔اور جو شخص رات کے وقت یاسین پڑھے تو اسے صبح تک آسانی عطا ہوگی (یعنی اس کے دن و رات آرام و راحت سے گزریں گے) [سنن الدارمی ۱/۴۵۷ ح ۳۴۲۲ دوسرا نسخہ: ۳۴۶۲ وسندہ حسن] اس روایت کے راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) عمرو بن زرارہ: ثقة ثبت [تقریب التہذیب:۵۰۳۲]

(۲) عبدالوھاب الثقفی: ثقة تغیر قبل موته بثلاث سنین [التقریب:۴۲۶۱] لکنه ما ضر تغیره حدیثه فإنه ماحدث بحدیث فی زمن التغیر [میزان الاعتدال ۲/۶۸۱]

(۳) راشد بن نجیح الحمانی: صدوق ربما أخطأ [تقریب التہذیب:۱۸۵۷] وحسن له البوصیری [زوائد ابن ماجہ:۱/۳۳۷] یہ حسن الحدیث راوی ہے۔

(۴) شہر بن حوشب مختلف فیہ راوی ہے، جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے (کما حققته فی کتابی:تخریج النهایة فی الفتن و الملاحم ص ۱۱۹، ۱۲۰) حافظ ابن کثیر اس کی ایک روایت کو حسن کہتے ہیں (مسند الفاروق ج ا ص ۲۲۸) میری تحقیق میں یہ راوی حسن الحدیث ہے۔واللہ اعلم خلاصہ یہ کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

مصنف: الشیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ

مترجم: حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ

اتباع کتاب و سنت

آخری قسط

اعتقادی، فعلی اور قولی بدعات:

بدعات کی متعدد اقسام ہیں ۔ یہ اعتقادی بھی ہوتی ہیں، قولی بھی اور فعلی بھی ۔ اور فعلی بدعات میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا تعلق جگہوں کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق اوقات کے ساتھ ہے۔

اعتقادی بدعات کی مثالوں میں سے خارجیوں، رافضیوں اور معتزلہ وغیرہ کی بدعات شامل ہیں۔ ان لوگوں کا زیادہ تر اعتماد علم کلام پر اور کچھ جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایات پر ہے۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ جامع بیان العلم وفضلہ (۹۵/۲) میں لکھتے ہیں: "تمام علاقوں کے فقہاء محدثین کا اجماع ہے کہ علم کلام پر اعتماد کرنے والے بدعتی اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں اور ان تمام حضرات کے نزدیک بدعتیوں کا شمار علماء کے طبقات میں سے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ علماء کا لقب صرف ان کے لئے ہے جو احادیث و آثار کے علم سے وابستہ ہوں اور ان میں فقہ استنباط میں مصروف ہوں اور اسی میں تخصص اور مہارت کے اعتبار سے ان کے مراتب ہوں۔"

قولی بدعات میں بول کر نیت کرنا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں: میں نیت کرتا ہوں کہ اتنی نماز پڑھوں، میں آج کے روزے کی نیت کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

اس سے صرف حج اور عمرہ کے مناسک مستثنیٰ ہیں۔ عمرہ کرنے والا کہتا ہے " **لبیك عمـرة** " چنانچہ حج افراد کرنے والا کہتا ہے "**لبیك حجـاً**" اے اللہ! میں حج کے ارادے سے لبیک کررہا ہوں اور قران کرنے والا کہتا ہے "**لبیك عمرة و حجاً**" اس لئے کہ سنت میں اس کا ثبوت وارد ہے۔

اسی قسم سے کسی کی جاہ یا ذات کا واسطہ دے کر دعا کرنا ہے۔ اس طرح کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت سنت میں وارد نہیں ہیں۔ قولی بدعات میں سے بعض کفریہ بھی ہوتی ہیں ۔ مثلاً قبروں میں مدفون لوگوں کو پکارنا، ان سے مدد کا خواستگار ہونا اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کا طلبگار ہونا۔ اور ان سے ایسی چیزیں مانگنا جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں مانگی جاسکتیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی ہیں تو تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ [الجن: ۱۸]

نیز فرمایا:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا

تَذَكَّرُوْنَ ﴾

بھلا کون لاچار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور کون اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور کون تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین بناتا ہے؟ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے! ہرگز نہیں! مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔[النمل: ٦٢]

جہاں تک اس کے مرتکب کو کافر قرار دینے کا معاملہ ہے تو ایسا اس پر اتمام حجت کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ اہل علم میں سے ایک بڑی جماعت کا بھی یہی موقف ہے۔ تطہیر الاعتقاد وشرح الصدور کے مقدمہ میں، میں نے ان میں سے سات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے سرفہرست امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ ہیں اور آخر میں امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ ہیں۔

عملی بدعات مکانی بھی ہیں اور زمانی بھی۔ مکانی بدعات یعنی جن کا تعلق مقامات کے ساتھ ہے ان میں سے ایک قبروں پر بطورِ تبرک ہاتھ پھیرنا اور انہیں بوسہ دینا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ مجموع شرح المہذب (٢٠٦/٨) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے گرد بنائی گئی دیوار کو بوسہ دینے اور اس پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''عوام کا کثیر تعداد میں مخالف شرع کاموں میں مبتلا ہونے سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے اس لئے عمل صرف صحیح احادیث پر اور (ان کی روشنی میں) علماء کے فتاوی پر ہوتا ہے عوام کے ایجاد کردہ اعمال اور ان کی جہالتوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد**'' جس نے ہمارے اس حکم (دین) میں ایسے کام کا اضافہ کیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔[صحیح بخاری: ٢٦٩٧، صحیح مسلم: ١٧١٨] اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**لا تجعلوا قبري عيداً، وصلوا علي فان صلاتكم تبلغني حيثما كنتم**'' میری قبر کو عید (میلہ گاہ) نہ بنا لینا اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو (اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)[سنن ابی داود: ٢٠٤٢ و إسنادہ حسن] فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے، جس کا معنی یہ ہے: ''ہدایت کے راستے اختیار کرو اور ان پر کاربند رہو ان پر چلنے والے اگر تعداد میں کم ہوں گے تو بھی تم پر کچھ ضرر نہیں۔ گمراہی کے راستے پر چلنے سے بچو اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت تعداد سے دھوکا نہ کھاؤ۔''(۱) اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ہاتھ وغیرہ سے ان کو چھونا زیادہ باعث برکت ہے تو یہ اس کی بھول اور جہالت ہے اس لئے کہ برکت شریعت کے مطابق عمل میں ہے۔ حق کی مخالفت میں فضیلت اور برکت کہاں؟'' (مجموع ٢٧٥/٨)

زمانی یعنی اوقات کے ساتھ تعلق رکھنے والی بدعات میں سے ایک میلاد کے نام سے تقریبات ہیں جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن ولادت، یہ چوتھی صدی ہجری کی ایجادات میں سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خلفاء اور آپ کے صحابہ سے اس بارے میں کچھ بھی وارد نہیں بلکہ تابعین اور اتباع تابعین سے بھی کچھ مروی نہیں۔ پہلی تین صدیاں اس بدعت کے ایجاد ہونے سے پہلے گزر گئیں۔ اس عرصہ میں تالیف ہونے والی کتابیں میلاد (منانے)

(۱) اس قول کی سند کا مجھے علم نہیں ہے۔ (واللہ اعلم) [ز۔ع]

کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ یہ بدعت چوتھی ہجری میں ایجاد ہوئی۔ عبیدی جو مصر کے حاکم تھے، اس کے موجد ہیں۔ تقی الدین احمد بن علی المقریزی اپنی تالیف المواعظ بذکر الخطط والآثار (۴۹۰/۱) میں لکھتے ہیں:

''فاطمیوں کے ہاں سارا سال میلے اور جشن جاری رہتے۔ انہوں نے ان کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ انہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مولود، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مولود، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا مولود اور خلیفہ وقت کا مولود بھی شامل تھے۔''

ابن کثیر اپنی تالیف البدایہ والنہایہ میں ۵۶۷ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسی سال ان کے آخری بادشاہ ''العاضد'' کی وفات کے ساتھ ان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا.... ان کے دور حکومت میں بدعات ومنکرات کا غلبہ رہا.... فسادیوں کی کثرت اور علماء وعباد کی قلت رہی....''

اس سے کچھ ہی پہلے ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے تمام مصر میں حی علی خیر العمل کے کلمات اذان سے نکلوائے اس موضوع پر شیخ اسماعیل بن محمد انصاری رحمہ اللہ کی ''القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد ختم الرسل'' بہترین تالیف ہے۔

اور یہ امر تو شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے والدین، اولاد اور تمام جہان کی محبت سے بڑھ کر ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیه من ولده ووالده والناس أجمعین''

تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح مسلم: ۴۴) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق چلنے کا نام ہے نو ایجاد بدعات اختیار کرنے کا نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [آل عمران: ۳۱]

بعض شخصیات کے اعتبار سے لوگوں کو جانچنے کی بدعت

اس زمانے میں رونما ہونے والی بدعات میں سے ایک نہایت بری بدعت اہل سنت میں سے بعض افراد کا لوگوں کو شخصیات کے اعتبار سے جانچنے کی بدعت ہے۔ خواہ ایسا جانچے جانے والے فرد کے ساتھ دوستی اور بے مروتی کی بنا پر کیا جائے یا معیار بنائے جانے والی شخصیت کے بارے میں غلو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر امتحان دینے والے کی مرضی کے مطابق جواب ہے تو اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور یہ مدح وتوصیف میں رطب اللسان ہو جاتا ہے۔ اور اگر دوسری

صورت ہو تو کسوٹی پر رکھے گئے شخص کو بدعتی قرار دیا جاتا ہے۔ ناقابلِ اعتبار کہہ کر اس سے کنارہ کشی کر لی جاتی ہے اور لوگوں کو بھی اس سے دور رہنے کی تلقین شروع ہو جاتی ہے۔ آئندہ سطور میں ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاوی سے اقتباسات نقل کر رہے ہیں جن میں سب سے پہلے لوگوں کو شخصیات کی کسوٹی پر پرکھنے کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔ اور آخر میں کچھ شخصیات میں غلو کرتے ہوئے ان کو معیار قرار دے لینے کو بدعت ہونا بیان کیا ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ مجموع فتاوی (۴۱۳/۳) میں یزید بن معاویہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس بارے میں صحیح طریق کار وہ ہے جو ائمہ نے اختیار کیا کہ نہ اس سے خصوصی محبت رکھی جائے اور نہ اسے لعن طعن کا نشانہ بنایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ فاسق اور ظالم بھی ہو تو اللہ تعالیٰ فاسق اور ظالم کو معاف کرنے والا ہے خاص طور پر جب وہ بڑے نیک اعمال بھی بجا لایا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سیدہ ام حرام (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**أول جیش من أمتي یغزون مدینة قیصر مغفور لھم**'' میری امت میں سے جو پہلا لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش پائے گا۔

[بخاری:۲۹۲۴]

اور جس لشکر نے قسطنطنیہ پر سب سے پہلے حملہ کیا اس کا امیر یزید بن معاویہ(۱) تھا اور سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے اس لئے اس معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا ضروری ہے کہ یزید بن معاویہ کا اس طرح ذکر کر کے مسلمانوں کا امتحان نہ لیا جائے اس لئے کہ ایسا کرنا اہل سنت والجماعت کے طریقہ کے خلاف ایجاد کی جانے والی بدعات میں سے ہے۔''

مزید فرماتے ہیں: ''اسی طرح امت میں افتراق پیدا کرنا اور افرادِ امت کو ایسے معیار پر پرکھنا جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا (بدعات میں سے ہے)'' (فتاوی:۴۱۵/۳)

نیز فرمایا: ''کسی کو حق نہیں ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا) کسی خاص شخصیت کو معیار بنا کر اس کے طریقہ کی دعوت دینا شروع کر دے اور اس کو دوستی اور دشمنی کی بنیاد بنا لے اور نہ ہی ایسا کرنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور اجماعِ امت کے سوا کسی کی بات کو کسوٹی بنا لے اور اسی کو دوستی اور دشمنی کی بنیاد بنا لے۔ ایسا کرنا اہل سنت کا طریقہ نہیں بلکہ یہ اصل بدعتیوں کی روش ہے جو کسی شخصیت یا کلام کو معیار بنا لیتے ہیں اور اسے امت کے درمیان تفرقہ کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسی بات یا اسی نسبت سے محبت کرتے یا دشمنی رکھتے ہیں'' (فتاوی:۱۶۴/۲۰)

اور (فتاوی ۲۸/ ۱۵۔۱۶) میں فرماتے ہیں: ''اگر معلم یا مربی حکم دے کہ فلاں شخص سے قطع تعلق کر لو یا اس کی توہین کرو یا اسے نظروں سے گرا دو یا اس کو دور کرو تو دیکھنا چاہئے اگر اس شخص نے کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو شریعت کی نگاہ میں گناہ ہے تو اسے اس کے جرم کے مطابق سزا دی جائے گی اس سے زیادہ نہیں اور اگر شرعی لحاظ سے اس نے کوئی گناہ

(۱) یزید کا قسطنطنیہ پر پہلے حملہ آور لشکر میں شامل ہونا باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ اس کی مزید کی تحقیق کے لئے دیکھئے میرا مضمون ''حدیث قسطنطنیہ اور یزید'' جو ماہنامہ الحدیث: 6 ص ۵ تا ۹۔ [ز۔ ع]

ہی نہیں کیا تو صرف استاد یا کسی اور کی خواہش پر اسے سزا نہیں دی جا سکتی۔'' (۱)

اساتذہ کا کام لوگوں کے تعلقات خراب کرنا اور ان کے درمیان بغض وعداوت پیدا کرنا نہیں بلکہ نیکی کے کاموں میں باہم تعاون کرنے والے بھائی بھائی بنانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۖ ﴾ [المآئدہ:۲]

اور نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔

اگر اس زمانے میں لوگوں کو اس طرح پرکھنا روا ہوتا کہ معلوم کیا جا سکے کہ کون اہل سنت اور کون دوسروں میں سے ہے تو اس لحاظ سے سب سے زیادہ حق رکھنے والی شخصیت شیخ الاسلام، مفتی عالم، امام اہل السنۃ فی زمانہ ہمارے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (متوفی ۲۷ محرم ۱۴۲۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اجرِ عظیم عطا فرمائے کہ ہر خاص و عام ان کی وسعت علم اور عموم نفع، صداقت، شفقت، نرم دلی، لوگوں کی ہدایت واستقامت کی حرص کا شاہد ہے۔ ہم ان کے بارے میں یہی گمان رکھتے ہیں۔ ولا نزکی علی اللہ أحدا۔

ان کا دعوت الی اللہ (لوگوں کو بھلائی کی تعلیم وترغیب اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) میں منفرد انداز تھا۔ کہ نرم خوئی اور ملائمت جس کا طرہ امتیاز تھا۔ جو ان کی ہر نصیحت اور دوسروں کے جوابات میں مترشح ہوتا تھا جس میں اہل سنت کے ساتھ مقابلہ آرائی کے بجائے ان کی رہنمائی ہوتی۔ ان میں محاذ آرائی کے بجائے ان کی ترقی کی فکر کارفرما ہوتی جس پر چل کر وہ عروج کی منزلیں طے کر سکتے ہیں اور عیوب ونقائص سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ ایسا طریقہ جو افتراق کو مٹاتا اور اتفاق پیدا کرتا ہے، ٹوٹے ہوؤں کو جوڑتا ہے جڑے ہوؤں کو توڑتا نہیں، جس میں بناؤ ہی بناؤ ہے بگاڑ نہیں، جس میں تعلیمات نبویہ کے مطابق لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا مقصود ہے دشواریوں سے دوچار کرنا نہیں۔ علماء اور طالب علموں کو (مسلمانوں کی بھلائی کے حصول اور انہیں مشکلات سے نکالنے کے لئے) اس عظیم و مستقیم منہج اختیار کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

اس صورت حال میں عقیدت کے ساتھ اتباع کرنے والوں اور جن لوگوں کی اتباع کی جاتی ہے اور جو اس طرح لوگوں کو جانچنے کی عادت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس روش سے نجات حاصل کریں کہ جس نے اہل سنت میں افتراق پیدا کر کے آپس میں دشمنیاں پیدا کی ہیں اور اس کا علاج یہ ہے کہ عقیدت مند حضرات اس طرح لوگوں کا امتحان لینا چھوڑ دیں بلکہ ماضی میں اس روش کے اثرات ونتائج بھی ختم کریں اور بغض وعداوت کو الفت سے بدل دیں اور نیکی وتقوی میں باہم تعاون کرنے والے بھائی بن جائیں۔ اور جن لوگوں کی اتباع کا دعوی کیا جاتا ہے انہیں بھی چاہئے کہ اپنے عقیدت مندوں کی اس روش سے لاتعلقی اور بیزاری کا اعلان کر دیں۔ اس طرح اتباع کرنے والے اس مصیبت سے نجات پا لیں گے اور جن لوگوں کی عقیدت کو بہانہ بنا کر ایسا کیا جاتا ہے وہ اس کی برائی اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے

(۱) اس بہترین کلام میں ان کا غذی تنظیموں و جماعتوں کے امراء کا رد ہے جو اپنے مامورین و متبعین کو تنظیم پرستی، جماعت پرستی اور حزبیت کی تعلیم دیتے ہوئے، اپنے مخالفین سے بائیکاٹ اور دوری کا حکم دیتے ہیں۔ [ز۔ع]

والے برے اثرات سے بری الذمہ ہوسکیں گے۔

عصر حاضر میں اہل سنت کے ایک دوسرے پر حرف گیری کرنے اور ایک دوسرے کو بدعتی قرار دینے کے فتنہ پر تنبیہ

شخصیات کو معیار بنا کر لوگوں کو پرکھنے کے قریب قریب ہی ایک اور بدعت ہے جو اس زمانہ میں ظہور پذیر ہوئی ہے وہ یہ کہ اہل سنت میں سے ایک مختصر گروہ اس فتنہ میں مبتلا ہو گیا ہے اپنے اہل سنت بھائیوں پر حرف گیری کرتا ہے اور انہیں بدعتی کہتا ہے اور اس کے نتیجے میں آپس میں قطع تعلقی ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے سے استفادہ کرنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ جب کہ اس طرح کی نکتہ چینی اور بدعتی قرار دینا بسا اوقات صرف ایسے عمل کو بدعت سمجھ لینے کی بنا پر ہوتا ہے جو درحقیقت بدعت نہیں۔ اس کی مثالوں میں سے یہ ہے کہ جلیل القدر شیخین عبدالعزیز بن باز اور شیخ محمد صالح عثیمین رحمہما اللہ نے ایک معاملہ کو قرین مصلحت سمجھتے ہوئے اس کا فتوی دے دیا جو اس مختصر گروہ کو پسند نہیں آیا تو انہوں نے اس فتوی پر نکتہ چینی شروع کر دی لیکن معاملہ یہیں نہیں رکا بلکہ نکتہ چینی کا دائرہ ان لوگوں تک وسیع کر دیا گیا جو محاضرات و دروس کے سلسلہ میں شیخین مذکورین کے ساتھ تعاون کرتے تھے اور کہا جانے لگا کہ یہ لوگ سلف کے طریقہ سے منحرف ہیں حالانکہ یہ دونوں جلیل القدر شیخ اس جماعت کے ہاں بھی ٹیلیفون کے ذریعے درس دیتے تھے۔

اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ کسی خاص شخص کے درسوں میں حاضر ہونے سے یہ کہہ کر منع کر دیا جاتا ہے کہ وہ فلاں شخصیت یا فلاں جماعت کے بارے میں نکتہ چینی کرتا ہے اور اس مہم کا سرکردہ شخص میرا ایک شاگرد (۱) ہے جو کلیہ شرعیہ میں جامعہ اسلامیہ سے ۱۳۹۵۔۱۳۹۶ھ کو فارغ ہوا۔ جس کی کامیاب ہونے والے ایک سوانیس (۱۱۹) طلبہ میں سے ایک سو چارویں (۱۰۴) پوزیشن تھی۔ وہ علم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور نہ میرے علم کے مطابق اس کے کوئی ایسے دروس ہیں جن کے کیسٹ تیار ہوتے ہوں اور نہ اس کی کوئی چھوٹی بڑی تالیف ہے اس کی تمام تر کائنات حرف گیری، بدعت قرار دینے اور اہل سنت سے دور رہنے کی تلقین ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ علم و عمل میں ان لوگوں کے ٹخنوں تک بھی نہیں پہنچتا جن پر نکتہ چینی کرتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے محاضرات، دروس اور تالیفات سے ایک زمانہ استفادہ کر رہا ہے۔ جب کوئی سلیم العقل آدمی اس کا کیسٹ سنتا ہے جو مدینہ منورہ اور الجزائر کے مابین ٹیلفونک مکالمہ پر مشتمل ہے تو اس کی حیرت کی حد نہیں رہتی جس میں اس نے اہل سنت میں سے کثیر تعداد کا گوشت کھایا ہے (غیبت کی ہے) اور اس میں سائل نے اپنا مال ناحق ضائع کیا ہے جن شخصیات کے بارے میں سوال کیا گیا ہے ان کی تعداد تیس سے زائد ہے ان میں وزیر بھی ہیں اور چھوٹے بڑے دوسرے افراد بھی۔ اور ان میں چند افراد ایسے بھی ہیں جن کے متعلق افسوس نہیں ہوتا ،اور کچھ لوگ اس سے بچے رہے اور بعض لوگ جو اس سے بچ پائے وہ دوسرے کیسٹوں میں نہیں بچ سکے۔

---

(۱) اس سے مراد شیخ فالح بن نافع الحربی المدنی ہیں۔ (واللہ اعلم) شیخ فالح پر شیخ ربیع المدخلی نے بھی رد لکھا ہے۔ نیز دیکھئے الحدیث: ۱۱ص ۴۰، ۴۱

ان کے بارے میں معلومات انٹرنیٹ پر سائٹ میں دے دی گئی ہیں۔ اس شخص پر واجب ہے کہ علماء اور طلاب علم کی گوشت خوری سے ہاتھ اٹھائے جبکہ نوجوانوں اور طالب علموں کا فرض ہے کہ اس تنقید اور تبدیع کی طرف توجہ نہ دیں جس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر ضرر رساں ہے نیز انہیں چاہئے کہ ایسے مفید علم کے حصول میں مصروف ہوں جو ان کے لئے مفید ہو اور خود ان کے لئے دنیا و آخرت میں بھلائی کا باعث ہو۔

ابن عساکر رحمہ اللہ اپنی کتاب تبیین کذب المفتری (ص ۲۹) میں فرماتے ہیں:

''میرے بھائی! اللہ ہمیں اور تمہیں توفیق سے نوازے کہ ایسے کام کریں جو اسے راضی کریں، اور ہم سب کو اپنی خشیت سے بہرہ مند فرمائے اور ایسا تقوی عطا فرمائے جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اچھی طرح جان لو علما رحمہم اللہ کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں۔ اور ان کی تنقیص کرنے والوں کی پردہ دری سنت الٰہیہ ہے۔''

اور میں نے اپنے رسالہ ''رفقاً أهل السنة بأهل السنة'' میں اہل سنت اور خاص طور پر اس علم کے بارے میں زبان کو محتاط رکھنے کے متعلق بہت سی آیات، احادیث اور آثار ذکر کئے ہیں۔ اس کے باوصف میرا وہ رسالہ ان تنقیص پسندوں کو پسند نہیں آیا اور اسے ناقابل اشاعت قرار دے دیا اور اس کے مطالعہ اور اس کی نشر و اشاعت سے بھی منع کر دیا اور کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی اس رسالے کو پڑھے اور پھر اس کے متعلق اس جارحانہ رویہ کو دیکھے گا تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ دونوں کے درمیان بعد المشرقین ہے اور معاملہ شاعر کے اس شعر کا مصداق ہے:

قد تنكر العين ضوء الشمس من رمد و ينكر الفم طعم الماء من سقم

بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ آنکھوں کو آشوب کے سبب سورج کی روشنی بھی لگتی ہے اور یوں بھی ہوتا ہے کہ بیماری کے سبب منہ کو پانی کڑوا لگتا ہے۔

جہاں تک ہمارے اس شاگرد کا ہمارے رسالہ ''رفقاً أهل السنة بالسنة'' کے بارے میں یہ کہنا ہے مثال کے طور پر کلام کرنا ہے کہ ''شیخ عبدالعزیز بن باز اور شیخ ابن عثیمین دوسرے اہل سنت سے الگ منہج رکھتے ہیں اور یہ بلاشبہ غلط ہے کیونکہ اس سے مؤلف رسالہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ زیادہ جوابات نہیں لکھتے اور لکھیں بھی تو صرف مخالفین کے جوابات لکھتے ہیں اگر یہ بات درست ہے تو اہل سنت کے منہج کے خلاف ہے اور درحقیقت شیخین کی عیب جوئی ہے بلکہ ان کے علاوہ دوسرے علما کی بھی تنقیص ہے جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے''

اس کا جواب کئی وجہ سے دیا جا سکتا ہے۔

اول: اس رسالہ میں ہرگز نہیں ہے کہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ زیادہ جوابات نہیں لکھتے۔ کیوں نہیں؟ دوسروں کی تردید میں لکھے گئے ان کے مضامین و رسائل کثیر تعداد میں موجود ہیں اور رسالہ میں تحریر کیا گیا ہے (ص:۵۱) مناسب یہ ہے کہ تردید میں لکھا گیا مضمون ملائمت اور نرمی سے متصف ہو اور اس میں غلطی میں مبتلا کی سلامتی کی رغبت ٹپکتی ہو اور تردید بھی ایسی خطا پر ہونی چاہئے جو بالکل واضح ہو۔ اس سلسلہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے جوابات کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اس کا مناسب ترین طریقہ سیکھنے کے لئے ان سے استفادہ کرنا چاہئے۔

دوم: جوابات کے سلسلہ میں میں نے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے منہج کا بالکل حوالہ نہیں دیا تھا اس لئے کہ کسی کی تردید میں میں نے ان کا کوئی رسالہ چھوٹا موٹا بھی نہیں دیکھا۔ میں نے شیخ کے ایک ہمیشہ ان کے ساتھ رہنے والے شاگرد سے بھی دریافت کیا تو اس نے بھی بتایا کہ اسے شیخ کے کسی ایسے مضمون یا رسالہ کا علم نہیں اور یہ ان میں اعتراض یا تنقید کا موجب نہیں اس لئے کہ وہ علم کے بیان اور تالیف اور نشر و اشاعت میں مشغول ہیں۔

سوم: شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا منہج ہمارے تنقید کے شوقین شاگرد اور ان جیسے حضرات سے قطعاً مختلف ہے اس لئے کہ شیخ کے منہج کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ملائمت اور نرمی سے متصف ہے اور اس میں اس شخص کے ساتھ مکمل خیر خواہی پائی جاتی ہے جس کو نصیحت کرنا مقصود ہے اور اسے سلامتی کے راستے پر واپس لانا مطمح نظر ہوتا ہے جبکہ ہمارے تنقید پسند شاگرد اور ان جیسے حضرات، تشدد، نفرت اور دور کرنے کو وتیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور جن افراد پر اپنے کیسٹوں میں اس تنقید پسند نے کلام کیا ہے ان میں سے بہت سے لوگوں کو شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ بہت اچھے الفاظ میں یاد کرتے تھے، انہیں دعائیں دیتے تھے اور انہیں لوگوں میں دعوت و تعلیم کا کام جاری رکھنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ اور لوگوں کو ان سے مستفید ہونے اور علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

الغرض میں نے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی نسبت یہ نہیں کہا کہ وہ دوسروں کا رد نہیں کرتے تھے اور جہاں تک ابن عثیمین رحمہ اللہ کا تعلق ہے تو ان کا تو میں نے اس سلسلہ میں نام بھی نہیں لیا۔

اس لئے اس تنقیص پسند نے جو کچھ لکھا ہے اس کا رسالے کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ موصوف بغیر سوچے سمجھے اندھیرے میں تیر چلانے کے شوقین ہیں جب ان کا تحریر میں یہ حال ہے تو تقریر میں کیا ہوگا؟

اور اس تنقیص پسند نے یہ جو کہا ہے کہ: ''میں نے رسالہ کا مطالعہ کیا ہے اور اس بارے میں اہل سنت کے موقف کا مجھے علم ہے آپ نے بعض علماء و مشائخ کے تحریر کردہ جوابات پڑھے ہوں گے میں نہیں سمجھتا کہ جوابات اب موقوف ہو جائیں گے کچھ لوگ ہیں جو لکھتے ہی رہیں گے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

جاء شقيق عارض رمحه ان بني عمك فيهم رماح

شقیق (سگا بھائی) اپنے نیزے کو تھامے ہوئے چل رہا ہے اسے بتاؤ کے تمہارے مقابل تمہارے چچیرے بھائیوں کے پاس بھی بہت سے نیزے ہیں۔

اس نے اسی طرح ''عارض'' لکھا ہے جب کہ درست ''عارضاً'' ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن اہل سنت کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے وہی تو ہیں جن کا اسلوب و منہج شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے بالکل مختلف ہے جس کی طرف میں نے کچھ ہی دیر پہلے اشارہ کیا ہے اس کا مقصد تو صرف اس قدر ہے کہ اپنی جان پہچان کے لوگوں کو رسالے کے خلاف اکسانے کے بعد ان لوگوں کو بھی اس کے خلاف برانگیختہ کرے جنہیں وہ نہیں جانتا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے نیزہ نہیں نکالا میں نے تو خیر خواہی ظاہر کی جسے اس تنقیص پسند اور اس جیسے لوگوں نے پسند نہیں کیا۔ اس لئے کہ نصیحت تو نصیحت کیے گئے فرد کے لئے وہی حیثیت رکھتی ہے جو مریض کے

لئے دوا کی ہے اور بعض مریض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دوا استعمال کرتے ہیں چاہے وہ کڑوی ہو اس لئے کہ اسے اس کے استعمال میں فائدہ کی امید ہوتی ہے لیکن جنہیں نصیحت کی جاتی ہے ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ خواہش نفس انہیں نصیحت سے دور رکھتی ہے وہ صرف یہی نہیں کہ نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے دور رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق سے نوازے اور شیطان کے مکروفریب سے محفوظ رکھے۔

ہمارے اس تنقیص پسند شاگرد کے مشن میں تین افراد (شریک) ہیں۔ ان میں سے دو تو مکہ اور مدینہ میں ہیں دونوں جامعہ اسلامیہ مدینہ میں میرے شاگرد[1] رہے ہیں۔ ان میں سے پہلا (۱۳۸۴۔۱۳۸۵ھ) میں فارغ ہوا جبکہ دوسرے نے (۱۳۹۱۔۱۳۹۲ھ) میں فراغت پائی۔ تیسرا[2] مارے وطن کے جنوب بعید سے تعلق رکھتا ہے دوسرے اور تیسرے نے اس رسالہ کے تقسیم کرنے والے کو بدعتی قرار دیا ہے اور بدعت کا فتوی انہوں نے عام اور تھوک کے حساب سے جاری کر دیا مجھے معلوم نہیں کہ انہیں اس بات کا علم ہے یا نہیں کہ اسے ایسے علما اور طلبہ نے تقسیم کیا ہے جنہیں بدعتی نہیں کہا جاسکتا۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ فتوی صادر کرنے والے حضرات مجھے ان ملاحظات پر مطلع فرمائیں گے جن کی بنا پر انہوں نے بدعت کا عمومی حکم لگایا۔

شیخ عبدالرحمٰن السدیس امام وخطیب مسجد حرام کا ایک خطبہ ہے جو انہوں نے مسجد حرام کے منبر پر ارشاد فرمایا۔ اس میں انہوں نے اہل سنت کے ایک دوسرے کے بارے میں اس طرح کی نکتہ چینی کرنے سے پرہیز کرنے کی تلقین کی تھی۔ ہم بھی اس کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں کہ وہ اس موضوع پر بہت اہم اور مفید ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ سب کو اپنی رضا کے طالب بننے کی توفیق دے۔ دین میں تفقہ اور حق پر ثابت قدمی عطا فرمائے اور لایعنی کاموں سے بچا کر ایسے عمل بجالانے کی توفیق دے جو توجہ اور اہتمام کے لائق ہیں۔ بلاشبہ وہی اس کا سزاوار اور قدرت رکھنے والا ہے۔

وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى اله وصحبه۔

(ختم شد والحمدللہ)

---

(۱) ان دونوں سے مراد شیخ ربیع المدخلی اور شیخ عبید الجابری ہیں (واللہ اعلم) شیخ عبید الجابری کے لئے دیکھئے الحدیث: ۱۵ص ۷

(۲) ان سے مراد شیخ احمد بن یحییٰ بن محمد النجمی ہیں۔ آپ جیزان، سعودی عرب میں رہتے ہیں اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

تنبیہ: شیخ ربیع المدخلی، شیخ فالح الحربی، شیخ احمد النجمی اور شیخ عبید الجابری کی بڑی خدمات ہیں۔ انہوں نے فرقِ ضالہ پر بہترین ردود لکھے یا لکھوائے ہیں۔ ادارہ الحدیث، ان علماء و دیگر سلفی علماء کی خدمات کا معترف ہے اور علمائے حق کے باہمی اختلافات میں غیر جانبدار ہے تاہم ان علماء کا بعض دوسرے سلفی علماء پر ذاتی مخالفت کی وجہ سے ردو جرح کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم/ حافظ ندیم ظہیر

۱۔وضوء کریں (۱)
۲۔شرائط نماز پوری کریں (۲)
۳۔قبلہ رُخ کھڑے ہو جائیں (۳)
۴۔تکبیر (اللہ اکبر) کہیں (۴)
۵۔تکبیر کے ساتھ رفع یدین کریں (۵)
۶۔اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھیں (۶)
۷۔دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر، سینے پر رکھیں (۷)
۸۔اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ پڑھیں (۸)
۹۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں (۹)
۱۰۔سورہ فاتحہ پڑھیں (۱۰)
۱۱۔آمین کہیں (۱۱)
۱۲۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں (۱۲)

---

(۱) حدیث ''لا تقبل صلوۃ بغیر طھور'' وضوء کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی / رواہ مسلم فی صحیحہ: (۵۳۵) ۲۲۴/۱ [نیز دیکھئے صحیح بخاری: ۶۲۵۱]

(۲) حدیث ''وصلوا کما رأیتموني أصلي'' اور نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھا ہے/ رواہ البخاری فی صحیحہ: ۶۳۱

(۳) موسوعۃ الإجماع فی الفقہ الإسلامی (ج۲ص۷۰۴) وانظر صحیح البخاری: ۶۲۵۱

(۴) عبدالرزاق فی المصنف (۴۸۹/۳، ۴۹۰ ح ۶۴۲۸) وسندہ صحیح، وصححہ ابن الجارود بروایتہ فی المنتقی (۵۴۰)

زبان کے ساتھ نماز جنازہ کی نیت ثابت نہیں ہے۔

(۵) عن نافع قال'' کان (ابن عمر) یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ علی الجنازۃ'' (ابن أبی شیبۃ فی المصنف ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۰ وسندہ صحیح)

(۶) البخاری: (۷۴۰) والإمام مالک فی المؤطا (۱۵۹/۱ ح ۳۷۷)

(۷) أحمد فی مسندہ (۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳) وسندہ حسن، وعنہ ابن الجوزی فی التحقیق (۲۸۳/۱ ح ۴۷۷)

تنبیہ: یہ حدیث مطلق نماز کے بارے میں ہے جس میں جنازہ بھی شامل ہے کیونکہ جنازہ بھی نماز ہی ہے۔

(۸) سنن ابی داوٗد (۷۷۵) وسندہ حسن

(۹) النسائی (۹۰۶) وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمۃ (۴۹۹) وابن حبان (الاحسان: ۱۷۹۷) والحاکم علی شرط الشیخین (۲۳۲/۱) ووافقہ الذھبی وأخطأ من ضعفہ

(۱۰) البخاری (۱۳۳۵) وعبدالرزاق فی المصنف (۴۸۹/۳، ۴۹۰ ح ۶۴۲۸) وابن الجارود (۵۴۰)

☆ چونکہ سورہ فاتحہ قرآن ہے لہذا اسے قرآن (قرأت) سمجھ کر ہی پڑھنا چاہیے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ قرأت (یعنی قرآن) سمجھ کر نہ پڑھی جائے بلکہ صرف دعا سمجھ کر پڑھی جائے ان کا قول باطل ہے۔ (۱۱) النسائی (۹۰۶) وسندہ صحیح، ابن حبان (الاحسان: ۱۸۰۵) وسندہ صحیح

(۱۲) مسلم فی صحیحہ (۴۰۰/۵۳) وھو صحیح والشافعي فی الأم (۱۰۸/۱) وصححہ الحاکم علی شرط مسلم (۲۳۳/۲) ووافقہ الذھبی وسندہ حسن

۱۳۔ ایک سورت پڑھیں (۱)

۱۴۔ پھر تکبیر کہیں (۲) اور رفع یدین کریں (۳)

۱۵۔ نبی صلی اللہ پر درود پڑھیں (۴) مثلاً

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (۵)

۱۶۔ تکبیر کہیں (۶) اور رفع یدین کریں (۷)

۱۷۔ میت کے لئے خالص طور پر دعا کریں (۸)

چند مسنون دعائیں درج ذیل ہیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَ أُنْثَانَا ،اَللّٰھُمَّ مَنْ أَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَأَحْیِہٖ عَلَی الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْإِیْمَانِ (۹)

اَللّٰھُمَّ اغْفِر لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَأَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ، وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْأَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ ،وَأَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَأَھْلًا خَیْرًا مِّنْ أَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَأَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَأَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ (۱۰)

اَللّٰھُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ ،فَأَعِذْہُ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ ،اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ ،إِنَّکَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (۱۱)

---

(۱) النسائی (۴/۷۴، ۷۵ ح ۱۹۸۹) وسندہ صحیح (۲) البخاری (۱۳۳۴) و مسلم (۹۵۲)

(۳) ابن أبی شیبۃ (۳/۲۹۶ ح ۱۱۳۸۰) وسندہ صحیح عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ مکحول، زہری، قیس بن ابی حازم، نافع بن جبیر اور حسن بصری وغیرھم سے جنازے میں رفع یدین ثابت ہے دیکھئے الحدیث: ۳ (ص ۲۰) اور یہی جمہور کا مسلک ہے اور یہی راجح ہے نیز دیکھئے جنازہ کے مسائل فقرہ: ۳

(۴) عبدالرزاق فی المصنف (۳/۴۸۹، ۴۹۰ ح ۶۴۲۸) وسندہ صحیح

(۵) البخاری فی صحیحہ (۳۳۷۰) والبیہقی فی السنن الکبری (۲/۱۴۸ ح ۲۸۵۶)

(۶) البخاری (۱۳۳۴) و مسلم (۹۵۲) (۷) ابن أبی شیبہ (۳/۲۹۶ ح ۱۱۳۸۰) وسندہ صحیح

(۸) عبدالرزاق فی المصنف (۶۴۲۸) وسندہ صحیح وابن حبان فی صحیحہ (الموارد: ۷۵۴) وأبوداود (۳۱۹۹) وسندہ حسن

تنبیہ: اس سے مراد نماز جنازہ کے اندر دعا ہے دیکھئے باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوۃ علی الجنازۃ (ابن ماجہ: ۱۴۹۷)

(۹) الترمذی (۱۰۲۴) وسندہ صحیح، وأبوداود (۳۲۰۱) (۱۰) مسلم (۸۵/۹۶۳، وترقیم دار السلام: ۲۲۳۲)

(۱۱) ابن المنذر فی الاوسط (۵/۴۴۱ ح ۳۱۷۳) وسندہ صحیح، وأبوداود (۳۲۰۲)

اَللّٰھُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ ، كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِيْ حَسَنَاتِهِ وَإِنْ كَانَ مُسِيْئاً فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ (۱)

اَللّٰهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (۲)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَ أُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنْهُمْ فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ وَمَنْ أَبْقَيْتَهُ مِنْهُمْ فَأَبْقِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ (۳)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذِهِ النَّفْسِ الْحَنِيْفِيَّةِ الْمُسْلِمَةِ وَاجْعَلْهَا مِنَ الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهَا عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۴)

۱۸۔ میت پر کوئی دعا موقت (خاص طور پر مقرر شدہ) نہیں ہے (۵) لہٰذا جو بھی ثابت شدہ دعا کر لیں جائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قول اور تابعین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ میت پر کئی دعائیں جمع کی جا سکتی ہیں۔

۱۹۔ پھر تکبیر کہیں (۶)

۲۰۔ پھر دائیں طرف ایک سلام پھیر دیں (۷)

---

(۱) مالک فی المؤطا (۱/۲۲۸ ح ۵۳۶) و إسنادہ صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، موقوف

(۲) مالک فی المؤطا (۱/۲۲۸ ح ۵۳۷) و إسنادہ صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، موقوف

یہ دعا سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ معصوم بچے کی میت پر پڑھتے تھے۔

(۳) ابن أبی شیبۃ فی المصنف (۳/۲۹۳ ح ۱۱۳۶۱) عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، موقوف وسندہ حسن

(۴) ابن ابی شیبہ (۳/۲۹۴ ح ۱۱۳۶۶) وسندہ صحیح، وھو موقوف علی حبیب بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ

(۵) ابن ابی شیبہ (۳/۲۹۵ ح ۱۱۳۷۰) عن سعید بن المسیب والشعبی (۱۱۳۷۱) عن محمد (بن سیرین) وغیرھم من آثار التابعین قالوا: لیس علی المیت دعاء موقت (نحو المعنی) وھو صحیح عنہم

(۶) البخاری (۱۳۳۴) ومسلم (۹۵۲)

(۷) عبدالرزاق (۳/۴۸۹ ح ۶۴۲۸) وسندہ صحیح، وھو مرفوع، ابن ابی شیبہ (۳/۳۰۷ ح ۱۱۴۹۱) عن ابن عمر من فعلہ وسندہ صحیح

تنبیہ: نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ثابت نہیں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے احکام الجنائز (ص ۱۲۷) میں بحوالہ بیہقی (۴/۴۳) نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام والی روایت لکھ کر اسے حسن قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے (1) حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے اور یہ روایت قبل از اختلاط نہیں ہے (2) حماد مذکور مدلس ہے دیکھئے طبقات المدلسین (۲/۴۵) اور روایت معنعن ہے۔ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص جنازے میں دو سلام پھیرتا ہے وہ جاہل ہے جاہل ہے (مسائل ابی داود عن الإمام أحمد ص ۱۵۴ وسندہ صحیح)

جنازہ کے بعض مسائل

ا۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیروں کا بھی ثبوت ہے دیکھئے صحیح مسلم ([۲۲۱۶] ۹۵۷/۷۲) لیکن چار تکبیریں بہتر ہیں کیونکہ یہ کئی سندوں سے ثابت ہیں مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۱۳۳۴) و صحیح مسلم (۹۵۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کیا تھا، دیکھئے الاوسط لابن المنذر (۴۳۰/۵) وسندہ صحیح

تنبیہ: اگر جنازہ پڑھنے والا بھول کر تین تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے تو جنازہ ہو گیا، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

[سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جنازے پر تین تکبیریں کہیں اور (سلام پھیر کر) چلے گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۰۳/۳ ح ۱۱۴۵۶ وسندہ صحیح)]

۲۔ جس مسلمان میت کا جنازہ چالیس ایسے (صحیح العقیدہ) آدمی پڑھیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کوئی شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس میت کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے (مسلم [۲۱۹۹] ۹۴۸/۵۹)

۳۔ سنن ترمذی میں سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبّر علی جنازۃ فرفع یدیه فی أول تکبیرۃ ..... '' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر تکبیریں کہیں تو آپ نے (صرف) پہلی تکبیر میں (ہی) رفع یدین کیا (ح ۱۰۷۷ وقال: ھذا حدیث غریب)

اس روایت کی سند میں ابوفروۃ یزید بن سنان ضعیف ہے (تقریب: ۷۷۲۷)

دوسرے راوی امام زہری مدلس ہیں (طبقات المدلسین: ۳/۱۰۲، المرتبۃ الثالثہ و شرح معانی الآثار للطحاوی باب مس الفرج ۵۵/۱)

سنن الدارقطنی میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے (۷۵/۲ ح ۱۸۱۴)

یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

ا: اس کا راوی الفضل بن السکن مجہول ہے (احکام الجنائز للالبانی ص ۱۱۶)

ب: دوسرا راوی حجاج بن نصیر ضعیف ہے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۱۳۹)

معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں رفع یدین نہ کرنے والی دونوں روایتیں ضعیف یعنی مردود ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان دونوں حدیثوں کو ضعیف قرار دیا ہے ''وإسنادھما ضعیفان ولا یصح فیه شيء، وقد صح عن ابن عباس أنه کان یرفع یدیه فی تکبیرات الجنازۃ، رواہ سعید بن منصور''

ان دونوں روایتوں کی سندیں ضعیف ہیں۔ اور اس کے بارے میں (کہ نماز جنازہ میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے) کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔ اور ابن عباس سے صحیح ثابت ہے کہ وہ جنازہ کی تکبیروں میں رفع یدین کرتے تھے۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (التلخیص الحبیر ۱۴۷/۲ ح ۸۰۷)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والے اثر کی سند نہیں ملی۔

تنبیہ: یہ بات عجیب وغریب ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے سنن ترمذی وسنن دارقطنی کی دونوں ضعیف سندوں کو ملا کر ''حسن'' قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان کی تحقیق کے سراسر برخلاف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان دونوں سندوں کو ضعیف ہی سمجھتے ہیں۔

۴۔ نماز جنازہ سراً بھی ثابت ہے (دیکھئے سنن النسائی ۲۸۱/۱ ح ۱۹۹۱ والحدیث: ۳ ص ۲۵ وسندہ صحیح) اور جہراً بھی ثابت ہے (دیکھئے سنن النسائی ۲۸۱/۱ ح ۱۹۸۹ وھدیۃ المسلمین، جدید ص ۹۳ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اگر تمام مقتدی سورہ فاتحہ فی الجنازہ پڑھنے کے قائل ہوں تو جنازہ سراً پڑھنا افضل ہے اور اگر مقتدی حضرات سورہ فاتحہ فی الجنازہ پڑھنے کے قائل نہ ہوں، انہیں فاتحہ فی الجنازہ کی تعلیم مطلوب ہو تو جنازہ جہراً پڑھنا افضل ہے۔ واللہ اعلم

۵۔ نماز جنازہ میں دعائے استفتاح ((**سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك**)) إلخ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے مسائل ابی داود (ص ۱۵۳) واحکام الجنائز (ص ۱۱۹) والأسئلۃ والأجوبۃ الفقھیہ (۲۶۳/۱) والاوسط لابن المنذر (۴۳۶/۵)

تنبیہ: سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ سے جنازہ میں سبحانک اللھم إلخ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

امام شعبی سے ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے کہ ''فی الأولیٰ ثناء علی اللہ'' إلخ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۷۸) ومصنف عبدالرزاق ۴۹۱/۳ ح ۶۴۳۴ ونماز مسنون، عبدالحمید سواتی ص ۷۰۳، فیہ سفیان الثوری مدلس وعنعن)

اس میں ثنا سے مراد حمد (سورہ فاتحہ) ہے جیسا کہ شعبی سے ہی دوسری ضعیف سند میں آیا ہے (ابن ابی شیبہ ۲۹۵/۳ ح ۱۱۳۷۵)

محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کا مروجہ دعائے ثنا سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جائز سمجھنا (کتاب الجنائز ص ۵۲) مرجوح اور غلط ہے۔ واللہ اعلم

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا تو صحابہ کی دو صفیں بنائیں (صحیح مسلم: ۹۵۲/۶۶ وترقیم دار السلام: ۲۲۰۹)

جس روایت میں تین صفوں کی فضیلت کا ذکر آیا ہے (سنن ابی داود: ۳۱۶۶) اس کی سند محمد بن اسحاق بن یسار کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لہٰذا صفیں طاق ہوں یا جفت، دونوں طرح جائز ہے دیکھئے صحیح البخاری (باب من صف صفین او ثلاثۃ علی الجنازۃ خلف الامام قبل ح: ۱۳۱۷)

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو قبر میں سیدنا ابوطلحہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے اُتارا تھا، دیکھئے صحیح البخاری (۱۳۴۲ باب من یدخل قبر المرأۃ)

معلوم ہوا کہ فوت شدہ عورت کی چارپائی کو غیر محرم ہاتھ لگا سکتے ہیں اور کندھا دے سکتے ہیں۔

۸۔ جنازے کی اطلاع دینا جائز ہے دیکھئے الحدیث: ۱۱ ص ۱۸۔۲۱ والسنن الکبریٰ للبیہقی (۷۴/۴)

۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے کا جنازہ نہیں پڑھا تھا (صحیح مسلم ۹۷۸/۱۰۷ ودار السلام: ۲۲۶۲)

۱۰:اگر بچہ مُردہ پیدا ہو یا پیدا ہوتے ہی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے دیکھئے سنن ابی داود (۳۱۸۰ ولفظہ: **والسقط یصلی علیه ویدعی لوالدیه بالمغفرة والرحمة**، وإسنادہ صحیح)

محمد بن سیرین (تابعی) نے کہا: اگر بچے کی خلقت پوری ہوجائے تو اس کا جنازہ پڑھنا چاہیے (ابن ابی شیبہ ۳/۳۱۷ ح ۱۱۵۸۸ وسندہ صحیح)

۱۱۔اگر جوتے پاک ہوں تو جوتوں کے ساتھ فرض نماز ونوافل وسنن وجنازہ پڑھنا جائز ہے۔دیکھئے صحیح البخاری (۳۸۶) وصحیح مسلم (۵۵۵)

۱۲۔اگر جنازہ تیار ہو وضو کے لئے پانی نہ ملے اور جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ابراھیم نخعی، عطا بن ابی رباح اور حکم بن عتیبہ کے نزدیک تیمّم کرکے جنازہ پڑھنا جائز ہے (ابن ابی شیبہ ۳/۳۰۵ ح ۱۱۴۶۹ وسندہ صحیح، ح ۱۱۴۷۱ وسندہ صحیح ح ۱۱۴۷۳ وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اگر تم بے وضو ہو اور جنازہ فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمّم کرکے جنازہ پڑھ لو (ابن ابی شیبہ ۳/۳۰۵ ح ۱۱۴۶۷ وسندہ حسن)

۱۳۔شہید کا جنازہ پڑھنا صحیح ہے دیکھئے صحیح البخاری (ح ۱۳۴۴ باب الصلوۃ علی الشہید) وصحیح مسلم (۲۲۹۶)

کئی شہیدوں کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۵۰۳ باب الصلوۃ علی الشہداء حدیث عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما وسندہ حسن) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مرد اور عورت کا (اکٹھا) جنازہ پڑھا تو مرد کی میت کو اپنے قریب رکھا (ابن ابی شیبہ ۳/۳۱۵ ح ۱۱۵۷۳ وسندہ صحیح) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے کا جنازہ پڑھا تو عورت کی میت کو قبلے کی طرف اور لڑکے کو اپنے سامنے رکھا (ابن ابی شیبہ ۳/۳۱۵ ح ۱۱۵۷۴ وسندہ صحیح) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نو آدمیوں کا جنازہ پڑھا تو اسے سیدنا ابوہریرۃ وسیدنا ابن عباس وسیدنا ابوسعید وسیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہم نے سنت قرار دیا (عبدالرزاق فی المصنف ۳/۴۶۵ ح ۶۳۳۷ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ کئی اموات کا اکٹھا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

۱۴۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ عنہ کا غائبانہ جنازہ پڑھا تھا۔دیکھئے صحیح البخاری (۱۳۲۰) وصحیح مسلم (۹۵۲)

لہٰذا معلوم ہوا کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔

۱۵۔قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے دیکھئے صحیح بخاری (۱۳۳۶) وصحیح مسلم (۹۵۴)

مسند البزار میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: **نهي عن الصلوة بين القبور** قبروں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے (کشف الأستار ۱/۲۲۱ ح ۴۴۱ وسندہ حسن)

اس حدیث میں ممانعت سے مراد جنازہ نہیں بلکہ عام نمازیں ہیں۔حافظ ابن حبان نے اس مفہوم کی ایک روایت کو کتاب الصلوۃ میں ذکر کیا ہے (الاحسان ۴/۵۹۶ ح ۱۶۹۶ وسندہ ضعیف)

جس روایت میں ''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى على الجنائز بين القبور '' آیا ہے۔
(المختارة للضياء ۲۴۶/۵ ح ۱۸۷۱، المعجم الاوسط للطبرانی ۲۹۳/۶ ح ۵۶۲۷)
اس کی سند حفص بن غیاث مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حفص مذکور کو محمد بن سعد وغیرہ نے مدلس قرار دیا ہے
دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۹/۱ ص ۱۶)
حفص بن غیاث کو مدلسین سے باہر نکالنا صحیح نہیں ہے۔

۱۶۔ اگر میت کا جنازہ پڑھ لیا گیا ہو تو دوبارہ جنازہ جائز ہے۔ دیکھئے فقرہ: ۱۵
سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی عاصم بن عمر کا جنازہ، تین دن کے بعد اُس کی قبر پر پڑھا (ابن ابی شیبہ ۳۶۱/۳ ح ۱۱۹۳۹ وسندہ صحیح)
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ، قبر پر دفن ہونے کے بعد پڑھا۔
(مصنف عبدالرزاق ۵۱۷/۳ ح ۶۵۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴۹/۴ وسندہ صحیح)
محمد بن سیرین (تابعی) سے اگر جنازہ فوت ہو جاتا تو وہ (دوبارہ) جنازہ پڑھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۶۱/۳ ح ۱۱۹۴۰ وسندہ صحیح)

۱۷: مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ سہیل بن البیضاء رضی اللہ عنہ کا جنازہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پڑھا تھا (صحیح مسلم: ۹۷۳ باب الصلوۃ علی الجنازۃ فی المسجد)
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھایا گیا تھا (مؤطا امام مالک ۲۳۰/۱ ح ۵۴۲ وسندہ صحیح)
سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث: ''**من صلى على جنازة فى المسجد فليس له شيئ**'' جو شخص مسجد میں جنازہ پڑھے اس کے لئے (خالص مسجد کی وجہ سے) کوئی چیز (اجر) نہیں ہے (سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۷ واللفظ لہ سنن ابی داود: ۳۱۹۱ وسندہ حسن، وقولہ، فلا شیئ لہ ، یعنی من الأجر الخاص کما فسرہ السندھی) کی رُو سے افضل یہی ہے کہ مسجد سے باہر جنازہ پڑھا جائے۔

۱۸۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے میت کی چارپائی اس طرح رکھیں کہ میت کا سر شمال کی طرف اور پاؤں جنوب کی طرف ہوں (اسی پر اجماع ہے) میت اگر مرد ہے تو امام اس کے سر کے سامنے قریب کھڑا ہو اور اگر میت عورت ہے تو اس کے سامنے وسط میں امام کھڑا ہو۔ دیکھئے سنن الترمذی (۱۰۳۴ وقال: ھذا حدیث حسن) وصحیح البخاری (۱۳۳۱) وصحیح مسلم (۹۶۴)

۱۹۔ ایوب السختیانی رحمہ اللہ قبر پر (دفن ہونے کے بعد) کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ۳۳۱/۳ ح ۱۱۷۱۰ وسندہ صحیح)
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی قبر پر دفن کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ۳۳۰/۳ ح ۱۱۷۰۵ وسندہ صحیح)

محمد بن المنکدر رحمہ اللہ (تابعی) نے بھی قبر پر دفن کے بعد دعا کی (عبدالرزاق ۵۰۹/۳ ح ۶۵۰۴ وسندہ صحیح)

۲۰۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: عصر اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے یعنی جائز ہے۔ (مؤطا امام مالک ۲۲۹/۱ ح ۵۴۰ وسندہ صحیح)

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ، فجر کی نماز کے بعد پڑھا گیا تھا (مؤطا مالک ۲۲۹/۱ ح ۵۳۹ وھو صحیح)

عین طلوعِ شمس، بالکل زوال کے وقت اور عین غروب الشّمس کے وقت جنازہ پڑھنا اور میت دفن کرنا ممنوع ہے دیکھئے صحیح مسلم (۸۳۱)

۲۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: **کنا نغسل المیت فمنا من یغتسل ومنا من لا یغتسل** ''ہم میت کو نہلاتے تھے تو ہم میں سے بعض غسل کرتے اور بعض غسل نہ کرتے۔

(سنن الدارقطنی ۷۲/۲ ح ۱۸۰۲ وسندہ صحیح وصححہ الحافظ ابن حجر فی التلخیص الحبیر ۱۳۸/۱ ح ۱۸۲)

جن روایات میں میت کو نہلانے کی وجہ سے غسل اور جنازہ اُٹھانے کی وجہ سے وضوء کا حکم ہے، وہ استحباب پر محمول ہیں دیکھئے التلخیص الحبیر (۱۳۸/۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میت نہلانے والوں پر غسل کرنا ضروری نہیں ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳۹۸/۳ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما میت نہلانے والے کو وضو کرنے کا کہتے تھے (البیہقی ۳۰۶/۱ وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی میت کو خوشبو لگائی اور جنازہ اٹھا کر مسجد لے گئے آپ نے جنازہ پڑھا اور دوبارہ وضو نہیں کیا (البیہقی ۳۰۶/۱، ۳۰۷ وسندہ صحیح)

۲۲۔ جنازے کے فوراً بعد اجتماعی یا انفرادی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

۲۳۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

☆ اس پر اجماع ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی میت کو غسل دے سکتی ہے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ عورت چھوٹے بچے (کی میت) کو غسل دے سکتی ہے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ میت کو غسلِ جنابت کرایا جاتا ہے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ ریشمی کپڑے کا کفن نہیں پہنانا چاہیے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ اگر بچہ زندہ پیدا ہو اور چیخ کر مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ اگر آزاد اور غلام کے جنازے اکٹھے ہوں تو امام کے قریب آزاد کا جنازہ رکھنا چاہیے۔

☆ جنازے کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنے پر اجماع ہے (تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے)

☆ اس پر اجماع ہے کہ حتی الامکان میت کو دفن کرنا فرض (کفایہ) ہے۔ جو شخص یا جماعت یہ کام کرے تو تمام مسلمانوں کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے (الاجماع ص ۴۴ فقرہ: ۷۸ تا ۸۵)

جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع یدین سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ح ۱۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۸/۳ ح ۱۱۳۸۸ وإسنادہ صحیح)

مکحول تابعی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ح ۱۱۶، وسندہ حسن)

امام زہری جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۱۸، وسندہ صحیح)

قیس بن ابی حازم (تابعی) جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۱۲، وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۵)

نافع بن جبیر جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ۱۱۴ وسندہ حسن)

حسن بصری جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ۱۲۲، وسندہ صحیح)

درج ذیل علماء سلف صالحین بھی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔

ا۔ عطاء بن ابی رباح　(مصنف عبدالرزاق: ۴۶۸/۳ ح ۶۳۵۸، ابن ابی شیبہ ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۲ وسندہ قوی)

ب۔ عبدالرزاق　(مصنف: ح ۶۳۴۷ وھو صحیح)

ج۔ محمد بن سیرین　(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۷/۳ ح ۱۱۳۸۹، وسندہ صحیح)

ان تمام آثار سلف صالحین کے مقابلے میں ابراہیم نخعی (تابعی) جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۹۶ ح ۱۱۳۸۶، وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ جمہور سلف صالحین کا یہ مسلک ہے کہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے، جیسا کہ باحوالہ گزر چکا ہے اور یہی مسلک راجح و صواب ہے، والحمدللہ

جنازے میں رفع یدین کا نہ کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے۔

وما علینا إلا البلاغ

(۲۱ جمادی الاولی ۱۴۲۶ھ)

اھم اعلان

☆ جو حضرات علماء اہل الحدیث (فوت شدہ) کی سیرت اور دینی خدمات وغیرہ پر ''الحدیث'' کے معیار کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحقیقی مضمون لکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے ''الحدیث'' کے صفحات حاضر ہیں۔

☆ تمام خریداروں سے گزارش ہے کہ خط لکھتے وقت اور منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھا کریں بصورتِ دیگر ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔ شکریہ

فضل اکبر کاشمیری

الحمدلله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسوله الأمین ، أما بعد:

رمضان، رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور مغفرتوں کا مہینہ ہے۔ جونہی اس ماہ کا آغاز ہوتا ہے ''**فتحت أبواب الجنة**'' جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ''**غلقت أبواب جهنم**'' دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ''**سلسلت الشیاطین**'' (سرکش) شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ [بخاری: ۱۸۹۸، ۱۸۹۹]

اور جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے اس مہینے (رمضان) کے روزے رکھے اس کے گزشتہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ [بخاری: ۱۹۰۱]

روزہ دار ہی وہ خوش قسمت ہے جس کے لئے جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ''**الریان**'' نامی دروازہ مخصوص ہے۔ [بخاری: ۱۸۹۶] اس کے برعکس ایسے آدمی کی ناک خاک آلودہ قرار دی گئی جس نے (اپنی زندگی میں) رمضان کا مہینہ پایا لیکن بخشش سے محروم رہا۔ [سنن ترمذی: ۳۵۴۵ وإسنادہ حسن]

بڑے ہی نصیبے والا ہے وہ شخص جو ''ماہ رمضان'' کی تمام تر فضیلتیں کماحقہ اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ **اللھم اجعلنا منه**

احکام:

چاند دیکھ کر روزہ رکھنا: نبی ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسی کو دیکھ کر روزہ افطار کرو اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کی گنتی میں تیس دن پورے کر لو۔ [بخاری: ۱۹۰۹، مسلم: ۱۰۸۱]

روزے کی نیت: اس میں کوئی شک نہیں کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے لیکن نیت دل کے قصد وارادے کا نام ہے نہ کہ زبان سے خود ساختہ الفاظ کا ادا کرنا جیسا کہ ''**وبصوم غد نویت من شهر رمضان**'' عوام میں مشہور ہے۔ حالانکہ یہ بے اصل ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

سحری کے مسائل: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کا کھانا فرق (کرتا) ہے۔ [مسلم: ۲۰۹۶] مزید ارشاد فرمایا: سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ [بخاری: ۱۹۲۳، مسلم: ۱۰۹۵]

سحری کب تک کھا سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور کھانے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو (تو اذان کی وجہ سے) اسے رکھ نہ دے بلکہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرے۔ [ابوداؤد: ۲۳۵۰ وإسنادہ حسن]

مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ سحری کے وقت کے تعین میں لکھتے ہیں: ''جب کوئی شخص اذان سنے اور اسے معلوم ہو کہ یہ اذان فجر ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کھانے پینے سے رک جائے۔ اگر موذن طلوع فجر سے قبل اذان دے رہا ہو تو پھر رک جانا واجب نہیں بلکہ کھانا پینا جائز ہے۔'' [فتاوی اسلامیہ ۲/۲۳۷ طبع دارالسلام]
مذکورہ بالا حدیث نبوی کا تعلق ایسے حضرات کے لئے ہے جو دیر سے بیدار ہوں جب کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ ان متساہلین کے لئے ہے جو پیٹ بھر کے کھانے کے باوجود اذان ختم ہونے تک کھاتے رہتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)
حالتِ جنابت میں سحری کھانا: حالتِ جنابت میں سحری کھا کر بعد میں غسل کیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم: (۱۱۰۹/۸۰)
تقاضائے روزہ: روزے کا تقاضا ہے کہ جھوٹ، بہتان، چغلی، غیبت، لڑائی، جھگڑے سے بچا جائے اور تقویٰ کو اپنایا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جنہیں پیاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام (اللیل) کرنے والے ایسے ہیں جنہیں بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ [دارمی: ۲۷۲۲، اسنادہ حسن/ طبع دارالمعرفہ]
یعنی جو مذکورہ خرافات سے نہیں بچتا اس کا روزہ اسے کچھ فائدہ نہیں دیتا نیز آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کو نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ [بخاری: ۱۹۰۳]
جن کاموں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: مباحات روزہ، غسل کرنا، مسواک کرنا، بھول کر کھانا یا پینا، سینگی لگوانا، سرمہ لگانا، کنگھی کرنا اور تیل لگانا وغیرہ، دیکھئے صحیح بخاری کتاب الصوم۔
روزہ جلدی افطار کرنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ وہ لوگ بھلائی میں رہیں گے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ [بخاری: ۱۹۵۷، مسلم: ۱۰۹۸]
معلوم ہوا کہ وہ لوگ خطا پر ہیں جو قصداً روزہ دیر سے افطار کرتے ہیں اور اسے احتیاط کا نام دیتے ہیں۔
افطاری کی دعا: **ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ** [ابوداود: ۲۳۵۷ اسنادہ حسن]
اس کے علاوہ جو دعا عوام میں مشہور ہے وہ سنداً صحیح نہیں ہے۔
قیام اللیل (تراویح): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کرتا ہے اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ [بخاری: ۳۷]
قیام اللیل، تہجد، تراویح ایک ہی نماز کے نام ہیں لیکن عموماً رمضان کی رات کو کیا جانے والا قیام تراویح کے نام سے معروف ہے اور اس کی تعداد گیارہ رکعات [(۸+۳) ۲+۲+۲+۲+۲+۱] ہے۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور اسی نماز کو لوگ عتمہ بھی کہتے تھے۔ آپ ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے تھے اور ایک وتر پڑھتے تھے۔ [مسلم: ۷۳۶] ام المومنین رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ: رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ [بخاری: ۲۰۱۳]

ایسے ہی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں [موطا امام مالک ۱/۱۱۴ ح ۲۴۹، السنن الکبری للبیہقی ۲/۴۹۶ وقال النیموی الحنفی ''اسنادہ صحیح'' آثار السنن (ص ۲۵۰)] معلوم ہوا کہ تراویح کی تعداد گیارہ رکعات (۸+۳) ہی ہے۔ اور واضح رہے کہ پورا ماہ رمضان امام کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنا مسنون اور افضل ہے دیکھئے سنن ترمذی (۸۰۶) جو حضرات اسے بدعت کہتے ہیں ان کا قول بے دلیل و مردود ہے۔

غیر اہل حدیث اور آٹھ تراویح: غیر اہل حدیث کے اکابرین نے بھی آٹھ رکعات تراویح کو تسلیم کیا ہے۔ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں: ''اور سنت موکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعات تو بالاتفاق ہے، اگر خلاف ہے تو بارہ میں'' (براہین قاطعہ ص ۱۹۵)

عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے اپنی کتاب علم الفقہ (ص ۱۹۸) میں آٹھ رکعات ہی کو مسنون قرار دیا ہے۔

روزہ اور اعتکاف کے اجماعی مسائل: اجماع ہے کہ جس نے رمضان کی ہر رات روزہ کی نیت کی اور روزہ رکھا اس کا روزہ مکمل ہے۔

اجماع ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے۔

اجماع ہے کہ روزہ دار کو بے اختیار قے آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اجماع ہے کہ جو روزہ دار قصداً قے کرے اس کا روزہ باطل ہے۔

اجماع ہے کہ روزہ دار (اپنی) رال اور (اپنا) تھوک نگل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اجماع ہے کہ عورت کو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے ہوں اور درمیان میں ایام شروع ہو جائیں تو پاکی کے بعد پچھلے روزہ پر بنا کرے گی۔

اجماع ہے کہ ادھیڑ عمر، بوڑھے جو روزہ کی استطاعت نہیں رکھتے روزہ نہیں رکھیں گے (بلکہ فدیہ ادا کریں گے)

اجماع ہے کہ اعتکاف لوگوں پر فرض نہیں، ہاں اگر کوئی اپنے اوپر لازم کر لے تو اس پر واجب ہے۔

اجماع ہے کہ اعتکاف مسجد حرام، مسجد رسول، اور بیت المقدس میں جائز ہے۔(۱)

اجماع ہے کہ معتکف اعتکاف گاہ سے پیشاب، پاخانہ کے لئے باہر جا سکتا ہے۔

اجماع ہے کہ معتکف کے لئے مباشرت (بیوی سے بوس و کنار) ممنوع ہے۔

اجماع ہے کہ معتکف نے اپنی بیوی سے عمداً حقیقی مجامعت کر لی تو اس نے اعتکاف فاسد کر دیا۔ (الاجماع لابن المنذر ص ۴۷، ۴۸)

وما علینا إلا البلاغ

---

(۱) ان تینوں مساجد میں بالاتفاق اعتکاف جائز ہے ان کے علاوہ دوسری مساجد میں اعتکاف اگرچہ اختلافی مسئلہ ہے لیکن راجح یہی ہے کہ تمام مساجد میں اعتکاف جائز ہے۔ مزید دیکھئے اسی رسالے کا آخری اندرونی صفحہ۔

رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن فرمایا: '' **لأعطين هذه الراية غداً رجلاً يفتح الله على يديه ، يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله** '' میں کل ضرور اس آدمی کو یہ جھنڈا دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا ۔وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو سارے لوگ سویرے سویرے ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے، ہر آدمی یہ چاہتا تھا کہ جھنڈا اسے ملے۔ آپ (ﷺ) نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! وہ آنکھوں کے درد میں مبتلا ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں بلا لاؤ۔ جب (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) آئے تو آپ (ﷺ) نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈالا تو وہ (فوراً) اس طرح ٹھیک ہو گئے جیسے کبھی بیمار ہی نہیں تھے۔ آپ (ﷺ) نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کو جھنڈا دیا اور فرمایا: اللہ کی قسم اگر تیری وجہ سے ایک آدمی بھی ہدایت پر آجائے تو تیرے لئے یہ مالِ غنیمت کے سرخ انٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۴۲ و صحیح مسلم: ۲۴۰۶/۳۴)

اللہ تعالیٰ نے غزوہ خیبر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کتنا بلند مقام ہے کہ اللہ اور رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔ مشہور جلیل القدر صحابی اور فاتح قادسیہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: '' **أنت مني بمنزلة هارون من موسى ، إلا أنه لا نبي بعدي** '' تیری میرے ساتھ وہی منزلت ہے جو ہارون کی موسیٰ (علیہما السلام) سے ہے اِلا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (البخاری: ۳۷۰۶ و مسلم: ۲۴۰۴/۳۰)

اس حدیث سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن یاد رہے کہ اس کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس ذات (اللہ) کی قسم ہے جس نے دانہ پھاڑا (فصل اگائی) اور مخلوقات پیدا کیں، میرے ساتھ نبی امی ﷺ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ میرے (علی رضی اللہ عنہ کے) ساتھ محبت صرف مومن ہی کرے گا اور (مجھ سے) بغض صرف منافق ہی رکھے گا۔ (مسلم: ۷۸/۱۳۱)

معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مومنین محبت کرتے ہیں اور بغض کرنے والے منافق ہیں۔ تمام اہلِ سنت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور پیار کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ محبت کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ آدمی آپ رضی اللہ عنہ کا درجہ بڑھا کر مشکل کشا اور حاجت روا بنا

دے یا آپ کے عظیم الشان ساتھیوں اور صحابہ کرام کو برا کہنا شروع کر دے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں خوب فرمایا ہے کہ: ''میرے بارے میں دو (قسم کے) شخص ہلاک ہو جائیں گے (۱) غالی (اور محبت میں ناجائز) افراط کرنے والا، اور (۲) بغض کرنے والا حجت باز'' (فضائل الصحابہ للامام احمد ۲/۵۷۱ ح ۹۶۴ واسنادہ حسن / الحدیث: ۴ص ۱۵)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ: ''ایک قوم (لوگوں کی جماعت) میرے ساتھ (اندھا دھند) محبت کرے گی حتی کہ وہ میری (افراط والی) محبت کی وجہ سے (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگی اور ایک قوم میرے ساتھ بغض رکھے گی حتی کہ وہ میرے بغض کی وجہ سے (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگی'' (فضائل الصحابہ ۲/۵۶۵ ح ۹۵۲ وإسنادہ صحیح، وکتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۹۸۳ وسندہ صحیح / الحدیث: ۴ص ۱۵) چونکہ ان دونوں اقوال کا تعلق غیب سے ہے لہذا یہ دونوں اقوال حکماً مرفوع ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ باتیں بتائی ہوں گی۔ واللہ اعلم

معلوم ہوا کہ دو قسم کے گروہ ہلاک ہو جائیں گے۔

۱: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اندھا دھند محبت کر کے آپ کو خدا، مشکل کشا اور حاجت روا وغیرہ سمجھنے والے یا دوسرے صحابہ کرام کو برا کہنے والے لوگ مثلاً غالی قسم کے روافض وغیرہ

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے لوگ مثلاً خوارج ونواصب وغیرہ،

تنبیہ: حکیم فیض عالم صدیقی (ناصبی) وغیرہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جو گستاخیاں کی ہیں ان سے تمام اہل حدیث بری الذمہ ہیں۔ اہل حدیث کا ناصبیوں اور رافضیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اہل حدیث کا راستہ کتاب وسنت والا راستہ ہے اور یہی اہل سنت ہیں۔ والحمدللہ

سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: نبی ﷺ نے اس حالت میں وفات پائی کہ آپ (ﷺ) علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد (بن ابی وقاص) اور عبدالرحمٰن (بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین) سے راضی تھے۔ (البخاری: ۳۷۰۰)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

جب آیت ﴿نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ﴾ ہم اپنی اولاد لے آئیں اور تم اپنی اولاد لے آؤ (آل عمران: ۶۱) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا۔ پھر فرمایا: ''**اللهم هولاء أهلي**'' اے اللہ! یہ میرے اہل (یعنی اہلِ بیت) ہیں۔ (صحیح مسلم: ۳۲/۲۴۰۴ و دارالسلام: ۶۲۲۰)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی ﷺ نے چادر کے نیچے فاطمہ، حسن، حسین اور علی (رضی اللہ عنہم) کو داخل کر کے فرمایا ﴿**اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا**﴾ اللہ صرف یہ چاہتا ہے کہ اے اہلِ بیت تم سے نجاست دور کر دے اور خوب پاک وطاہر کر دے۔ [الاحزاب: ۳۳] (صحیح مسلم: ۲۴۲۴)

ان صحیح احادیث سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہے۔ یاد رہے کہ امہات المومنین بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''**نساءہ من أهل بيته**'' آپ کی بیویاں آپ کے اہلِ بیت سے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۸ و دارالسلام: ۶۲۲۵) عمومِ قرآن بھی اسی کا مؤید ہے۔ (جاری ہے)